۲۹۷۷۹ S.No.55119
248

وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا

باز آمد شاہ مادر کوئے ما
باز آمد آب جاں در جوئے ما

خزاں رفت و بہار آمد فلک رفتہ قمر آں آمد
عدوانِ صداقت را ہمیں تیغ براں آمد

تفہیمات مثنوی معنوی

جس میں زمانہ حال کی وہ پیشگوئیاں
جو
حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی مولانا روم میں بیان فرمائی ہیں

مؤلفہ

منشی گلاب الدین صاحب پنشنر کلانوری

پبلشر

محمد یامین تاجر کتب قادیان

بار اول — قیمت ۳ر

(ضیاء الاسلام پریس قادیان)

اسلام کی حالت زار

بیکسے شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

آج بیکس دینِ احمدؐ ہے نہ کوئی یار ہے
نفس کے بندے ہیں سب کچھ بھی نہ دیں سے کار ہے

ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست

غرقِ سیلِ گمرہی لاکھوں مسلماں ہو گئے
چشمِ مسلم ایک بھی اب تک نہیں ہشیار ہے

اے خداوندانِ نعمت اینچنیں غفلت چرا ست
بیخود از خوابید یا خود بختِ دیں بیدار نیست

مالدار اس قدر غفلت ہے یہ کس واسطے
نیند سے جاگو کسی کا بخت اگر بیدار ہے

اے مسلماناں خدارا ایک نظر بر حالِ دیں
آنچہ مے بینیم بلاہا حاجتِ اظہار نیست

حالِ دیں پر اے مسلمانو کرو للہ نظر
جو بلا دیں پر پڑی کب قابلِ اظہار ہے

آتش افتاد است در رختش بخیزید اے لاال
دیدنش از دور کارِ مردمِ دیندار نیست

دوڑو اے مردو لگی ہے آگ رختِ دیں میں آج
جو کریگا اس میں کوشش مسلمِ دیندار ہے

ہر زماں از بہرِ دیں در خونِ دل من مے تپد
محرمِ ایں دردِ ما جز عالمِ اسرار نیست

خوں میں دل جلتا ہے ہر دم دین کی خاطر مرا
رازدار اس حال کا وہ عالمِ اسرار ہے

آنچہ برما مے رود از غم کہ داند جز خدا
زہر مے نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

جو ہمیں پہنچا ہے غم واقف ہے اس کا کبریا
زہر پیتے ہیں نہ لیکن طاقتِ گفتار ہے

ہر کسے غمخوارئی اہل و اقارب مے کند
اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

کر رہا ہے رشتہ داروں کی ہر اک غمخواریاں
دینِ بیکس کا بھی عالم میں کوئی غمخوار ہے۔

خونِ دیں بینیم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے عجب ایں مردماں را ہیچ دل دلدار نیست

دیں کا خوں کشتگانِ کربلا سا ہے رواں
حیف دل میں خلق کے کم الفتِ دلدار ہے

(بقیہ دیکھو ماقبل آخر صفحہ)

ا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران

تفہیماتِ مثنوی معنوی

یعنی

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی
پیشگوئیاں مندرجہ مثنوی

مرتبہ

خاکسار

گلاب الدین گورنمنٹ پنشنر ساکن کلانور اکبری
ضلع گورداسپور

سنہ ۱۳۱۷ ہجری شمسی

باہتمام نور محمد احمد منیجر اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

نیک طینت و پاک فطرت ناظرین۔ نیاز آگین گلاب دین نہایت ادب کے ساتھ آپ صاحبان کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ اس رسالہ میں صرف حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئیاں درج کی گئی ہیں۔ جن سے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت و اُمتی غیر تشریعی نبوت کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس رسالہ کے مطالعہ سے پہلے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہدایت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ دفتر اوّل صفحہ ۵۳ پر فرماتے ہیں ؎

در بہاراں جامہ از تن بر کنید ۔ تن برہنہ جانبِ گلشن روید

زاں کہ با جاناں شما آں میکند ۔ کاں بہاراں با درختاں میکند

یعنی جس طرح موسم بہار درختوں کو سرسبز بناتا ہے۔ اسی طرح امام آخرالزمان تمہارے ساتھ کرتا ہے۔

اس کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے۔ کہ بہار کے موسم میں کپڑے جسم سے اُتار دو اور برہنہ بدن باغ کی سیر کو جاؤ۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مولانا رومؒ یہ ہدایت کریں۔ کہ موسم بہار میں بالکل برہنہ جسم ہو کر باغ کی سیر کرو۔ نہیں۔ بلکہ مولانا رح کا مطلب یہ ہے۔ کہ بہار سے پہلے خزاں یعنی جہالت کا موسم ہوتا ہے۔ اور خزاں کے بعد موسم بہار یعنی نبوت کا زمانہ ہوتا ہے۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ نبوت کے زمانہ میں اس مدعی نبوت مامور من اللہ کے پاس ذہن کو خالی کر کے جاؤ۔

لہذا ملتمس ہوں۔ کہ اپنے دل سے ظنونِ فاسدہ اور بدظنی کو نکالکر محققین تحقیق حق کی غرض سے تدبر و تفکر کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا گو ہوں۔ تا کہ اللہ تعالےٰ حقائق کے پرکھنے کے لئے آپ کے دل کھول دے۔ امید ہے کہ اس مختصر اور مبشر رسالہ کے مطالعہ سے طالبانِ حق محظوظ خاطر اور مسرور الوقت ہو کر اس عاجز کے حق میں دعائے خیر کریں گے۔

مکرر عرض ہے۔ صاحبان! مسیح موعودؑ کا ماننا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق دفتر اول کے صفحہ ۵۱ پر مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

ہمچنیں تا صد چراغ از نقل شد — دیدنِ آخر لقائے اصل شد

یعنی۔ اسی طرح اگر سو چراغ تک ایک دوسرے سے روشنی نقل ہوتی جائے تو آخری چراغ کو دیکھنا سب سے پہلے چراغ کے دیکھنے کے برابر ہو گا۔

ایک فروگذاشت کا ازالہ

مولانا مولوی مرزا محمدؐ نذیر صاحب نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے مثنوی رومی کی تفسیر لکھی ہے۔ جو بہت تعریف کے قابل ہے۔ اور غالباً سالہا سال کی محنت کا نتیجہ ہے۔ لیکن اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص کسی امر کو ضبط تحریر میں لاتے ہوئے اپنے دل نشین عقیدہ کو بیان کر جاتا ہے۔ اگرچہ اس عبارت کا ترجمہ اور مفہوم اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ مولانا صاحب موصوف نے بھی ایک شعر مندرجہ ذیل کا ترجمہ اور تفسیر کرتے وقت اپنے اس عقیدہ کا جو عوام کی شنید سے اُن کے ذہن نشین تھا۔ اظہار کر دیا ہے۔ حالانکہ خود ہی لفظ معراج سے اسی جگہ عروج روحانی مراد لیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے :۔

چوں بمعراج حقائق رفتہ بود - بے بہارش غنچہ ہا نشگفتہ بود

اس کی تشریح مولوی صاحب موصوف کے الفاظ میں حسب ذیل ہے :۔

"اصطلاح شرح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ سیر جو آپ نے بحکم خدا ایک رات بحالت بیداری اپنے جسم عنصری سمیت مکہ سے بیت المقدس تک۔ پھر وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی و عرش اور اس کے اوپر جہاں تک اللہ تعالے کو منظور تھا فرمائی۔ پھر ایسے امر عظیم کی

سر انجام دہی کے لئے جس کی اعلیٰ شان اظہار مقصود ہو۔ یا جس کے معنے میں بلندی کا مفہوم مضمر ہو۔ معراج کا استعارہ استعمال کرنے لگے۔ چنانچہ یہاں معراج حقائق سے وہ عروج رُوحانی مراد ہے جس سے حصول حقائق مطلوب ہے۔ بہار سے افاضہ مراد ہے۔ غنچہ ہائے نشگفتہ سے مضامین عالیہ جو ہنوز بیان میں نہیں آئے"

اس عبارت میں مجھے صرف الفاظ جسم عنصری سمیت سی اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کا ثبوت علاوہ دیگر کتب اسلامیہ کے میں اسی مثنوی سے پیش کرتا ہوں۔ مولوی صاحب موصوف نے ہر ایک دفتر کو چار حصّوں پر منقسم کر کے ترجمہ و تفسیر لکھی ہے۔ اور جس شعر کے ترجمہ میں مولوی صاحب نے اپنا عقیدہ مندرجہ بالا ظاہر کیا ہے وہ شعر دفتر دوم کے پہلے حصّہ میں ہے اور شروع میں چوتھا شعر ہے۔

اور اسی دفتر دوم کے اخیر پر جو مولانا کی تقسیم کے حساب سے چوتھا حصّہ ہوگا۔ اُس میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصّہ "بط بچگان" تحریر فرمایا ہے۔ اس قصہ میں مولانا رومؒ نے سورۃ کہف کا حوالہ دے کر معراج کو کشفی تحریر فرمایا ہے۔ اور شعر مندرجہ ذیل سے خوب وضاحت کر دی ہے۔ وہ شعر یہ ہے :-

(۱) قالب خاکی فتادہ بر زمیں — رُوح او گرداں بر آں چرخ بریں

یعنی۔ خاکی جسم حضور کا زمین پر ہی رہا۔ اور رُوح حضور کی آسمانوں پر پھرتی تھی۔

یہ شعر مولانا محمدؐ نذیر صاحب نے اس دفتر کے چوتھے حصہ میں درج کیا ہوگا۔ لیکن میں نے چوتھا حصہ نہیں دیکھا۔ امید ہے کہ اس موقعہ پر پہنچ کر مولانا صاحب موصوف نے اپنا پہلا عقیدہ تبدیل کرکے اس شعر سے معراج کو بحالتِ کشف تحریر کردیا ہوگا۔ اور اگر ایسا کیا گیا ہے۔ تو پھر اُن کے اور میرے عقیدہ میں اختلاف نہیں رہیگا۔

اس قصہ بط بچگان میں مولانا رومؒ نے مرغی کو جو بطخ کے بچوں کو بطور دایہ پرورش کرتی ہے۔ اس زمانہ کے علماء سے تشبیہ دی ہے۔ اور احمدیوں کو بطخ کے بچوں سے مشابہت قرار دی ہے۔ چنانچہ آگے اس قصہ کو مفصل طور پر درج کیا گیا ہے۔ جو ناظرین کے مطالعہ میں آئے گا ؛

خاکسار

گلاب دین احمدی

۱۰ ۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

نزول مسیح وظہور مہدی

اہل اسلام میں یہ امر مسلّم ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام میں ہر صدی میں ایک نہ ایک مجدّد آتا رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اور یہ بھی مسلّم ہے۔ کہ آخری زمانہ کے قرب میں مسیح موعود کا نزول ہوگا۔ اور مسیح موعود کے ذریعہ اسلام کو دُنیا میں غلبہ ہوگا۔ یہ پیشگوئی قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور احادیث میں بھی پائی جاتی ہے۔

مثلاً قرآن شریف میں مسیح کے نزول کی پیشگوئی سورہ نور کی آیت استخلاف میں درج ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (نور ع)

یعنی وعدہ کیا اللہ نے کہ وہ مسلمانوں میں اُسی طرح خلفاء قائم کرے گا۔ جس طرح اُس نے ان سے پہلے حضرت موسیٰؑ کی اُمت میں خلفاء قائم کئے۔

موسیٰؑ کی اُمت کا مفہوم اس آیت سے نکلتا ہے۔ جو سورہ مزمل میں واقعہ ہے۔ جہاں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا شَاھِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا۔ (مزمل ع) یعنی ہم نے اسی طریق پر تمہاری طرف رسول بھیجا ہے۔ جس طریق پر موسیٰؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰؑ کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔ پس معلوم ہؤا۔ کہ سورۂ نور کی آیت استخلاف میں مِنۡ قَبۡلِہِمۡ سے اُمتِ موسویہ مراد ہے۔

اور جب ہم اُمتِ موسویہ کے خلفاء کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں۔ کہ اس میں حضرت موسیٰؑ کے بعد کثرت کے ساتھ خلفاء قائم کئے گئے۔ جو تورات کی خدمت کے لئے آتے تھے۔ اور بالآخر حضرت موسےٰؑ سے قریبًا تیرہ سو سال بعد حضرت مسیحؑ ناصری کی بعثت ہوئی جو موسےٰؑ کے خلفاء میں سے سب سے افضل تھے۔ پس جب سلسلہ خلفاء میں اُمتِ محمدیہ کی اُمتِ موسویہ کے خلفاء کے ساتھ مشابہت بیان کی گئی ہے۔ اور اسی طریق پر اس اُمت میں سلسلہ خلفاء کا وعدہ دیا گیا ہے۔ تو ضروری ہے کہ اِس اُمّت میں بھی آخری خلیفہ مسیحؑ ناصری کے قدم پر ظاہر ہو۔ یہ تو قرآن شریف کی پیشگوئی ہے اسی طرح حدیث شریف

میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة وفی روایة یضع الحرب (صحیح بخاری کتاب بدالخلق باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

یعنی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ ضرور نازل ہوں گے تمہارے اندر مسیح ابن مریم اس حالت میں کہ وہ حَکَم و عدل ہوں گے۔ یعنی تمہارے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والے ہوں گے۔ اور وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور جزیہ کو موقوف کریں گے۔ یعنی جنگ کو موقوف کر کے جزیہ کا سوال ہی اُٹھا دیں گے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث میں نزول مسیح کا ذکر موجود ہے۔

دوسرا مسئلہ مہدویت یعنی ظہور مہدی کا ہے۔ سو اس کے متعلق قرآن شریف سورۂ جمعہ میں آتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ یعنی اللہ ہی ہے جس نے اپنا رسول (محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) عرب میں مبعوث کیا ہے۔ جو ان پر خدا کی آیات پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے

اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب اور حکمت بعد اس کے کہ وہ مختلف قسم کے گندوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ اور اسی طرح مبعوث کرے گا اپنے اس رسول کو ایک اور جماعت میں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئی۔ اور لا مھدی اِلّا عیسیٰ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود اور مہدی دو وجود نہیں ہیں ایک ہی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث سے یہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ اُمتِ محمدیّہ میں ایک ایسے مصلح کی بعثت ضروری ہے۔ جو اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کرے۔ اور اندرونی اختلافات کو مٹا کر اصل تعلیم پر مسلمانوں کو منظم کرے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اُمتِ محمدیہ میں کوئی شخص مسیح موعود ہو کر مبعوث ہوا ہے؟ چنانچہ یہ دعوےٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :۔

"میں ویسا نبی نہیں ہوں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام براہ راست خدا کے نبی تھے۔ میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور فیوض سے ہے۔" (البلاغ المبین صـــ۲۶)

"بلکہ خدا تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے۔ کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صـــ۱۵۰)

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا" (تحفہ گولڑویہ ص۱۵۲)

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہی صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول و مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں"

(ایک غلطی کا ازالہ)

پس حسب فرمان اللہ تعالےٰ اور مطابق ارشاد آنحضرت صلعم اور دیگر مجددین و بزرگان اُمتِ محمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیح موعود و مہدی معہود اور مجدد اعظم اور غیر تشریعی و امتی نبی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے نثر و نظم میں جا بجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنا تحریر فرمایا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے پیش کیا جاتا ہے۔ ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است	خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوش ہوش	در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم	یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است
ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی ست	ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

مسیح موعود کی بعثت کے متعلق قرآن کریم - احادیث - توراتِ انجیل زرتشتی مذہب کی کتابوں میں - اہل ہنود کی کتب میں - سکھ مذہب کے گرنتھوں اور جنم ساکھی میں - غرضیکہ تمام انبیاء اور اولیاء نے پیشگوئی فرمائی ہے - اہل اسلام کے بھی اکثر بزرگوں نے اپنی اپنی تصانیف میں مسیح موعود کی بعثت کا ذکر اور اس زمانہ کے حالات بیان فرمائے ہیں - اور ان بزرگانِ اسلام میں ایک بزرگ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی گذرے ہیں - اُن کی کتاب مثنوی معنوی مشہور و معروف کتاب ہے - جس کو مسلمان فارسی کا قرآن جانتے ہیں چنانچہ لکھا ہے ؎

مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآں در زبانِ پہلوی

اس کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے - کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام دعاوی کی تصدیق کی ہے - جیسا کہ میں آگے مثنوی کے اقتباسات ناظرین کی خدمت میں پیش کروں گا - اور نہایت ادب سے عرض پرداز ہوں کہ ناظرین صاحب

نہایت غور اور تدبّر سے مطالعہ فرماویں۔ کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی ان حکایات کو تحریر کرنے کی اصل غرض کیا ہے۔ چنانچہ بطور بطور مثال ایک حکایت کہ جس کا عنوان مولانا روم رح نے بطخ کے بچوں کو مرغی کا پرورش کرنا درج فرمایا ہے۔ اس میں مرغی کو دایہ بدرایہ کے الفاظ سے پکارا ہے۔ اور انسانوں کو بطخ کے بچوں کی تری اور خشکی پر زندہ رہنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور بطخ کے بچوں کو فرمایا ہے۔ کہ اگر تمہاری دایہ تم کو پانی سے ڈرائے۔ تو تم ہرگز نہ ڈرو۔ اس موقعہ پر دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ اشارہ تو انسانوں کی طرف ہے۔ اس ذکر میں مرغی کی قسم کے کون انسان ہیں۔ اور بطخ کے بچوں کی قسم کے کون انسان ہیں۔ اور ان انسانوں میں سے کون انسان ہیں۔ جو باوجود مرغی کے ڈرانے کے بطخ کے بچوں کی طرح پانی میں کود پڑتے ہیں۔ اور اس دایہ کی جس کے ساتھ انہوں نے پرورش پائی۔ کچھ خوف اور پروا نہیں کرتے۔ چنانچہ اس حکایت کو آگے درج کیا جاوے گا۔ بس اسی طرح دوسری حکایات بھی اسی قسم کے معانی رکھتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مولانا روم رح نے اس کتاب کا نام صرف مثنوی نہیں رکھا بلکہ مثنوی معنوی رکھا ہے۔ اور اپنے تمام مضامین میں ہدایت فرمائی ہے۔ کہ الفاظ پر ہی نہ جمے رہو۔ بلکہ ان کے معانی پر غور کرو۔ کما قیل ؎

گر زِ سرِّ معرفت آگاہ شوی
لفظ بگذاری سوئے معنے روی

حضرت عیسیٰ ع کی وفات اور مُردہ زندہ کرنیکے متعلق

زندگی تن مجو از عیسیت ۔ کام فرعونی مخواہ از موسیت

یعنی عیسیٰ ع کی جسمانی زندگی کی تلاش نہ کر۔ اور موسیٰ سے فرعونی ارادہ کی خواہش نہ کر مطلب اس کا یہ ہے ۔ کہ جس طرح حضرت موسی علیہ السلام اور فرعون کی خواہشات میں تضاد ہے ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی زندگی کا عقیدہ رکھنا بھی غلطی ہے ۔ چنانچہ اس عقیدہ سے عیسائی قوم حضرت عیسیٰ ع کو خدائی رُتبہ دیتی ہے ۔ اور یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے ۔ اس لئے مولانا روم رح مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنے سے منع فرماتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو دفتر دوم صفحہ ۱۱۰ ۔

چنانچہ ان لوگوں کو جو حضرت عیسیٰ ع کی دوبارہ آمد کے معتقد ہیں انکو ہدایت فرماتے ہیں ؎

زانکہ عشق مردگاں پایندہ نیست
زانکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست
(دفتر اول صفحہ ۱)

یعنی مرے ہوئے لوگوں سے محبت پائیدار نہیں ہوتی ۔ کیونکہ مُردہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتا ۔ اور پھر اسی امر کے متعلق دفتر پنجم صفحہ ۲۶۸ پر تاکید فرماتے ہیں ؎

عشق بر مردہ نہ باشد پایدار ۔ عشق را بر حي جاں افزا ئیدار

یعنی مُردہ سے عشق پائیدار نہیں ہوتا۔ زندگی عطا کرنے والے پر محبت بڑھاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے۔ جس نے تم کو زندگی عطا فرمائی۔ اُس کے ساتھ اپنی سچی اور دلی محبت پیدا کرو۔

مطلب

اس کا یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو گئے۔ اُن کے واپس آنے کی آرزو رکھنا اس کو خدائی منصب دینے کے مترادف ہے۔ اس عقیدہ کو چھوڑ دو۔ اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی محبت کو دل میں جگہ دو۔

اس عنوان میں جو پہلا شعر درج کیا گیا ہے جو یہ ہے:۔

زندگی تن مجو از عیسیت ۔ کام فرعونی مخواہ از موسیت

اس کے دوسری طرح یہ معنے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ تلاش نہ کر کہ وہ جسمانی طور پر مردہ زندہ کرتے تھے۔ کیونکہ اس طرح سے اس میں خدائی صفات پائی جائیں گی۔ اور یہ صفات صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہیں۔ اور یہ دعویٰ خدائی کا تو فرعون کو تھا۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام سے فرعون کے سے دعاوی کی خواہش نہ کر۔ کیونکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام تو فرعون کے مقابلہ صرف ایک خدا واحد کی تلقین فرماتے تھے۔

ان ہر سہ اشعار سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ اور وہ جسمانی طور پر مُردہ کو بھی زندہ نہ کرتے تھے ۔ بلکہ

اُن کا مُردہ زندہ کرنا رُوحانی طور پر ہے۔ کیونکہ جو لوگ ایمان سے خالی ہوں وہ مُردہ ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کی ہدایت سے ان کا ایمان لے آنا زندگی ہے۔

امام آخر الزّمان کا اُمتِ محمدیہؐ سے ہونا

گفت پیغمبر کہ ہست از اُمتم ۔ کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم
مر مرا زاں نور بیند جانِ شاں ۔ کہ من ایشاں را ہمی بینم عیاں

(ملاحظہ ہو دفتر اول ص۸۶)

فرمایا نبیؐ نے کہ وہ میری اُمت سے ہے۔ کہ وہ میرے ساتھ جوہر علم و ہمت میں مناسبت رکھنے والا ہوگا۔ اُس کی رُوح مجھ کو اس نور سے مشاہدہ کرے گی کہ گویا میں ظاہر دیکھتا ہوں۔

مسئلہ الہام

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ سے الہام پاتے ہیں۔ اور الہام ہی سچے مذہب کی علامت ہے اور زندہ مذہب ہونے کا ثبوت ہے۔ مگر غیر مسلم اقوام الہام کا اپنے اپنے نبی اور اوتار کے بعد دروازہ بند بیان کرتے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ میں غیر اقوام کے

لوگ اپنی قوم میں سے کسی بزرگ کو جس پر الہام ہوتا ہو پیش نہیں کر سکتے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ تمام مذاہب مردہ ہو گئے ہیں اور اب اُن میں زندگی کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا۔ اور یہ فخر اسلام ہی کو ہے کہ جس میں ہر زمانہ میں الہام پانے والے بزرگ گذرے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہے۔ اور قیامت تک اسلام میں الہام پانے والے رہیں گے۔ اور اس امر کے ثبوت میں کہ واقعی حضرت مرزا صاحب الہام الٰہی سے مشرف تھے۔ حضرت صاحب کی کتابوں میں الہامات۔ پیشگوئیاں اور اُن کے پورا ہونے کا اندراج موجود ہے۔ اور ہزارہا انسان اس کے چشم دید گواہ موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا روم رح الہام کے متعلق دفتر اوّل کے صنا پر فرماتے ہیں:۔

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب | ہر چہ فرماید بود عین ثواب
آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست | نائب است و دست او دست خداست
ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ | شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ
گر نہ بودے کارش الہام اللہ | او سگے بودے درانندہ نہ شاہ

جو شخص حق تعالےٰ سے وحی پانے والا ہو۔ وہ جو کچھ بیان فرمائے بالکل درست ہوتا ہے۔ جو جان عطا کرتا ہے اگر مار دیوے تو جائز ہے وہ خدا کا نائب ہوتا ہے اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی طرح اُسی کے آگے سر رکھ دو۔ اور اس کی تلوار کے آگے خوشی

سے جان دے دو۔ اگر اُس کا کام الہام سے نہ ہو۔ تو پھر وہ کاٹنے والا کُتّا ہے بادشاہ نہیں۔

انبیاء اور اولیاء کی شناخت سے لوگوں کے محروم رہنے کے وجوہات

دُنیا کے لوگ انبیاء اور اولیاء کو جامہ انسانی سے بالا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور جب کوئی خدا کا مامور ماموریت کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو لوگ اُس کو اپنے جیسا انسان اور کھانے پینے والا اور چلنے پھرنے والا سمجھ کر اُس کا انکار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مولانا روم رح اس کے متعلق دفتر اوّل کے صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ
ہست فرقے درمیاں بے منتہا

ترجمہ :۔ پاک لوگوں کو اپنے قیاس پر نہ پرکھو۔ اگرچہ شیر اور شیر لکھنے میں ہم شکل ہیں۔ دنیا کے لوگ اسی سبب سے گمراہ ہوئے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے ابدالوں سے بہت کم لوگ آگاہ ہوتے ہیں۔

لوگوں نے نبیوں کی ہمسری کی۔ اور اولیاء کو اپنے جیسا سمجھا۔ اور کہا کہ ہم بھی انسان ہیں اور یہ بھی انسان ہیں۔ ہم بھی کھاتے پیتے اور سوتے ہیں۔ اور یہ بھی کھاتے پیتے اور سوتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے اندھاپن سے یہ نہ جانا۔ کہ ان میں اور انبیاء و اولیاء میں بہت فرق ہے ؛

دعویٰ سے پہلی زندگی معیارِ صداقت ہے

حضرت مولانا رومؒ دفتر دوم صفحہ ۱۷۹ پر فرماتے ہیں ؎

پیش او دعویٰ بود گفتار او ـ جہل او شد مایہ انکار او

یعنی اس کے دعویٰ سے اُس کی پہلی زندگی کی پڑتال کرو۔ اگر دعویٰ سے پہلی زندگی صادقانہ ہے۔ تو پھر اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

اسلام نے معیار صداقت کے ثبوت میں پہلی زندگی جو دعوے سے پہلے گذری ہو اس کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ ہرقل بھی ان مسلمانوں کو جو کفار کی تکالیف اور مظالم سے تنگ آ کر حسب فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ میں ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ اور مخالفین جو تعاقب میں گئے تھے۔ اُن سے ایسے ہی سوالات کر کے مہاجرین کو واپس اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس جگہ میں قیصر روم کے سوالات اور ابو سفیان کے جوابات درج کر دیتا ہوں :-

(۱) محمد (صلعم) قوم کا کیسا ہے ؟	(۱) قوم کا بڑا شریف اور نجیب الطرفین ہے

(٢) تمہاری قوم قریش نے کبھی اس سے آگے بھی اس طرح دعویٰ نبوت کیا ہے ؟	(٢) ایسا دعویٰ ہماری قوم میں کسی نے کبھی نہیں کیا۔
(٣) اس کے بزرگوں میں کوئی ایسا بادشاہ گذرا ہے جس کی بادشاہت جاتی رہی ہو ؟	(٣) ایسا کوئی بادشاہ اس کے آباو اجداد میں نہیں گذرا۔
(٤) امیر لوگ علی العموم اسکے فرمانبردار ہوتے ہیں یا غریب ؟	(٤) غریب اور مساکین لوگ اس کے تابع ہوتے ہیں۔
(٥) مسلمان دن بدن بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے ہیں ؟	(٥) دن بدن بڑھتے ہیں۔
(٦) کوئی آدمی محمد (صلعم) کے دین میں داخل ہوکر ان دنوں مرتد ہوتا ہے یا نہیں ؟	(٦) کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ محمد (صلعم) کے دین کو بُرا مانکر اسے کوئی نہیں چھوڑتا۔
(٧) اس دعویٰ سے پہلے یہ شخص جھوٹ کا عادی تھا یا نہیں ؟	(٧) اس کو ہم لوگ ہمیشہ سچا اور راست گو یقین کرتے تھے۔
(٨) کیا لڑائی میں عہد شکنی کرتا ہی یا نہیں ؟	(٨) آجتک اس نے عہد شکنی نہیں کی۔
(٩/١) تمہاری اور اس کی لڑائی ہوتی یا نہیں۔ اگر ہوتی ہے۔ تو کون فتح یاب ہوتا ہے ؟	(٩/١) کبھی وہ فتح یاب ہوتا ہے۔ اور کبھی ہم غالب آتے ہیں۔

(۱۱) تم کو کیا حکم کرتا ہے؟	(۱۱) اللہ کی بندگی کرو۔ ذرا بھی شرک نہ کرو۔ مشرکوں کی تقلید مت کرو۔ اور حکم کرتا ہے کہ نماز پڑھو۔ سچ بولو۔ گناہوں سے بچو۔ صلہ رحمی کرو۔

پس اسی طرح حضرت مرزا صاحب کی پہلی زندگی کے متعلق کوئی حرف شکایت نہیں ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے اشد ترین مخالفین مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی حضرت مرزا صاحب کی دعوی سے پہلی زندگی صادقانہ تسلیم کر چکے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب شریف قوم اور شریف خاندان سے ہیں۔ سب سی پہلے غریب لوگوں نے ہی آپکو مانا ہے۔ اور جماعت آپ کی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور اپنی جماعت کو شرک سے روکتے اور نیکی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اشاعت اسلام کی بڑے زور سے ہدایت فرماتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ احمدیت تمام دنیا میں پھیل گئی ہے ::

شناخت نہ کرنے کا دُوسرا سبب

غیر احمدی علماء نے لوگوں کو حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں پڑھنے اور احمدی علماء کی تقریریں اور احمدی لوگوں کی گفتگو

سُننے سے منع کر دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگ دھوکہ کھاتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کی تعلیم جو اصل اسلامی تعلیم ہے۔ اس سے بے نصیب ہیں۔ اگر وہ حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب بغور مطالعہ کریں تو اُن پر غیر احمدی علماء کا دھوکہ ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ اس کے متعلق مولانا روم رح دفتر اوّل صفحہ ۶۶ پر فرماتے ہیں ؎

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش - چونکہ دید از دُورش اندر کشمکش
ایں چنیں باشد تفاوت در امور - مرد کامل دیں شناسد در ظہور

یعنی جو شخص زیادہ تدبّر و تفکّر کرے گا۔ وہ اس کو شناخت کر لے گا۔ اور جو اس کو دُور سے دیکھے گا وہ تفرقہ میں رہے گا۔ ان امور میں بس یہی فرق ہے۔ اس کے ظہور کے وقت کامل انسان اس کا دین پہچان لیں گے۔ اور اسی عدم شناخت کی وجہ سے ابو الحکم ابو جہل بن گیا۔ چنانچہ مولانا روم رح فرماتے ہیں ؎

آں ابو جہل از محمدؐ ننگ داشت - وز حسد خود را ببالا مے فراشت
بو الحکم نامش بُد و بو جہل شد - اے بسا اہل از نا اہل شد

یہ انبیاء کے انکار کا نتیجہ ہے۔

دیگر فرقوں سے جماعت احمدیہ کی علیحدگی

حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کا نام

امتیاز کی خاطر احمدی تجویز فرمایا - اور چونکہ آپ حکم عدل ہو کر اختلافات مٹانے کے لئے اور اصل تعلیم اسلام پیش کرنے کے لئے مبعوث ہوئے اس لئے آپ نے اپنی جماعت علیحدہ کر لی - چنانچہ اس علیحدگی کی تصدیق میں حضرت مولانا روم رح دفتر دوم صفحہ ۱۰۶ پر فرماتے ہیں ؎

حق فرستاد انبیاء را بہر ایں - تا جُدا گردد زایشاں کفر و دیں
مومن و کافر مسلمان و جہود - پیش زیشاں جملہ یکساں مے نمود

حق تعالےٰ نے انبیاء کو اس لئے بھیجا - تاکہ دین کو اور کفر کو جدا جدا کر دیں - مومن اور کافر اور یہود اُن کے آنے سے پہلے ایک جیسے نظر آتے ہیں :۔

مسیح موعود فارسی الاصل ہے

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضؓ فارسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ آخری موعود ان لوگوں سے ہوگا - اور حضرت مرزا صاحب قوم سلمان اور فارسی الاصل ہیں - چنانچہ مولانا روم رح بھی امام آخر الزمان کا فارسی الاصل ہونا تحریر فرماتے ہیں - اور اسی موقعہ پر لوگوں کو مسیح موعود کے نور میں چلنے کی یعنی مسیح موعود کی تعلیم پر کاربند ہونے کی ہدایت فرماتے ہیں - اور مسیح موعود کے زمانہ کے علماء کو سانپ اور بچھو کے نام سے یاد کر کے اُن سے بچنے کی ہدایت فرماتے ہیں - وہ اشعار ذیل ہیں - ملاحظہ ہو دفتر چہارم صفحہ ۳۱۶

مغربی را مشرقی کردہ خدا	کردہ مغرب راچو مشرق نورزا
نور این شمس شموس فارس است	روز خاص و عام را او حارس است
تو بنور او ہمے رو در اماں	درمیانِ اژدہا و کژدماں
پیش پیشت میرود آں نور پاک	میکند ہر رہزنے را چاک چاک

ترجمہ:۔ خدا تعالےٰ نے مغربی کو مشرقی کر دیا۔ اور مغرب کو مشرق کی طرح روشن کر دیا۔ یہ نور فارس کے سورجوں میں سے ایک سورج کا ہے۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے خاص و عام کا مددگار ہوگا۔ تم اُس کی روشنی میں یعنی اُس کی تعلیم پر چلو۔ تاکہ تم سانپ اور بچھوؤں سے امان میں رہو۔ وہ نور یعنی روشنی آگے آگے بڑھ رہی ہے۔ اور آگے آنیوالے ہر راہ زن کو خس و خاشاک کی طرح دُور کر رہی ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ گویا اللہ تعالےٰ نے حضرت محمّد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مغرب یعنی ملکِ عرب میں مبعوث ہوئے مسیح موعود بنا کر بھیج دیا۔ یعنی مسیح موعود کا مبعوث ہونا نبی کریم صلعم کا ہی مبعوث ہونا ہے۔ جس طرح مشرقی ممالک میں مسیح موعود نے روشنی پھیلائی۔ اسی طرح مغربی ممالک کو بھی اسلام کی روشنی سے منور کر دیا۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ گویا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ کشف مغربی ممالک میں مسیح موعود کے ذریعہ سے اسلام پھیلتا دیکھ لیا۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ تم مسیح موعود کی تعلیم پر کاربند رہنا۔ تاکہ تم سانپ اور بچھوؤں یعنی علماءِ زمانہ جن کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بدترین مخلوق

بیان فرمایا ہے۔ بچے رہو۔ کیونکہ جو دنیا کو مسیح موعود کی تعلیم سے روکتے ہیں وہ رہزن ہیں۔ مگر مسیح موعود کی روشنی بڑھ رہی ہے۔ یعنی اُن کی جماعت ترقی کر رہی ہے۔ اور ان راہزنوں کو خس و خاشاک کی طرح اڑا رہی ہے۔ اور فارس کے سورج کے نور سے یہ مراد ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ فارسی الاصل ہیں۔ اور حضرت زرتشتؑ نبی کی پیشگوئی سے بھی اس پیشگوئی کی مطابقت ہوتی ہے۔ جس کا احمدیہ تالیفات میں اکثر اندراج ہو چکا ہے۔ اور میں نے بھی "فیصلہ دیوان عالی" میں درج کیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نبی کریم صلعم کے مثیل ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل ہونا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ مولانا رومؒ اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو دفتر ششم ص ۹۵

مثل نبود لیک آں باشد مثیل ۔ تا کند عقلِ محمدؐ را گسیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل تو کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن وہ مثیل ہوگا۔ تاکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو ترقی دیوے۔

اس جگہ مولانا رومؒ نے مثل اور مثیل میں فرق بیان فرمایا ہے چنانچہ مثنوی کے حاشیہ پر اس کی تشریح یوں درج ہے :-

"مثیل شے آں ست کہ در نوع و لوازم نوعیہ باآں شریک و متحد باشد

ومثال شے آنکہ در چیزے مانند او باشد یا بود ؎

چونکہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اصل اسلام جس سے لوگ بہت دُور ہو چکے تھے۔ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یعنی جو زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام کی تعلیم تھی۔ ہو بہو وہ پیش کی اور اُس پر عمل کرایا ہے۔ ایسی صورت میں گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ہی مبعوث ہونا ہے۔ اور یہی امر مثیل ہونا ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں اسلام اندرونی اور بیرونی طور پر مصائب میں گھرا ہُوا تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت اعتراض کئے گئے۔ اور حضورؐ کے درجہ کو بیرونی دشمنوں نے اور اندرونی دشمنوں نے بھی بہت گرا کر پیش کیا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے آپ کی شان کو بلند اور خوب نمایاں کر کے دکھایا۔ اور حضور کی روحانیت کی بلندی کی اشاعت کی۔ اس لحاظ سے مثیل ہے۔ کیونکہ حضورؐ کی تعلیم کا مبلّغ ہے ؎

انبیاء اور اولیاء کا مظہر اللہ ہونا

انبیاء اور اولیاء اللہ تعالےٰ کے عشق میں محو ہو کر فنا فی اللہ کے درجہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس وقت خدا میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ان کا بولنا خدا کا بولنا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ دفتر ششم صفحہ ۵۶۳ میں فرماتے ہیں ؎

دو مگو و دو مخوان و دو مداں ۔ بندہ را در خواجہ خود محو داں

یعنی دو نہ کہو دو نہ پڑھو دو نہ جانو ۔ غلام کو اپنے آقا میں محو جانو

چنانچہ اسی کی تائید میں ایک دوسرے موقعہ پر مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

گفتگوئے عاشقاں در بابِ رب ۔ جوشش عشق ست نے ترکِ ادب

مسئلہ نبوّت

حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ نے نبی کے لقب سے پکارا ہے ۔ اور حضرت ممدوح نے غیر تشریعی اور ظلّی اور اُمتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔ اور اجرائے نبوت کا مسئلہ کھول کھول کر قرآن کریم اور احادیث سے ثابت کیا ہے ۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی اجرائے نبوت کی تصدیق فرماتے ہیں ؎

مگسل از پیغمبر ایام خویش ۔ تکیہ کم کن بر فن و بر کام خویش

یعنی اپنے زمانہ کے نبی کو نہ چھوڑ دینا ۔ اور اپنے علم و ہُنر پر بھروسہ نہ کرنا

(ملاحظہ ہو دفتر چہارم صـ۳۱۴)

کو نبیّ وقت خویش است اے مرید ۔ زانکہ او نورِ نبی آمد پدید

اے مرید وہ اپنے زمانہ کا نبی ہے ۔ اس لئے کہ اس سے نبی کے نور کا ظہور ہوتا ہے ۔ (دفتر پنجم صـ۴۰۸)

اس شعر میں مرشد کو بمنزلہ نبی کے کہا گیا ہے ۔

مکر کن در راہ نیکو خدمتے ۔ تا نبوت یابی اندر اُمّتے

یعنی ۔ دنیا میں نیکی کر اور خلق خدا کے لئے نیک تدبیر کر ۔ تاکہ تو اُمت میں ہوتے ہوئے نبوت پالے ۔ (دیکھو دفتر پنجم صـ۴۰۲)

خاتم النّبیّین کے معنٰے

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خاتم النبیین کے معنے کھولکر بتلا دئے ہیں ۔ اور حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معانی کی تصدیق کردی ہے ۔ چنانچہ آپ دفتر ششم صـ۴۹۶ پر فرماتے ہیں ؎

بہر ایں خاتم شدست آں کہ بجود ۔ مثل او نے بود و نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست ۔ نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے خاتم ہیں ۔ کہ سخاوت میں اُن کی مثل نہ کوئی ہؤا اور نہ ہو گا ۔ جب تمہارا استاد کاریگری میں کمال کر دکھائے تو تم کہہ نہیں دیتے کہ کاریگری تم پر ختم ہے ۔ یعنی نبی کریم صلعم تو ایسے سخی ہیں کہ ان کی تابعداری سے انسان نبی ہو جاتا ہے ۔

پس یہی معنے خاتم کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئے ہیں اور یہی معنے علماء سلف نے کئے ہیں ۔ اور انہی معنوں کی رو سے حضرت مرزا صاحبؑ نبی ہیں ۔

مسئلہ جہاد بالسّیف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے متعلق فرمایا کہ اب مسلمانوں کے پاس حکومت نہیں ہے۔ اور نیز کوئی ارکان اسلام کی بجاآوری میں روک نہیں۔ ایسی صورت میں جہاد بالسیف جائز نہیں۔ اور چونکہ اس وقت اسلام پر تحریری اور تقریری طور پر بہت ناجائز حملے کئے جاتے ہیں۔ اس واسطے اب قلمی جہاد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ قلمی جہاد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہے اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔ اور اب آپ کی جماعت بھی تبلیغ و اشاعت اسلام میں مالی جانی و قلمی طور پر مصروف ہے۔ اور چونکہ اب ارکان اسلام کی بجا آوری میں کوئی روک نہیں ہے۔ اس لئے تلوار کے جہاد کی ضرورت نہیں چنانچہ اس کے متعلق مولانا رومؒ اپنی کتاب مثنوی میں دفتر ششم صفحہ ۵۰۳ پر ایک قصہ بعنوان "مناظرہ مرغ با صیاد" در حدیث لا رھبانیۃ فی الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں ؎

گفت مرغش پس جہاد آں گاہ بود

کایں چنیں رہزن میاں راہ بود

مرغ نے اس کو کہا۔ کہ پس جہاد اس جگہ چاہیئے۔ جو اسی طرح راستہ میں رہزن ہو۔ تو گویا جہاد مدافعانہ ہوتا ہے ؏

گرفتار شدن باز میان چغدان بویرانہ

باز در ویران چغدان فتاد
راہ را گم کرد در ویراں فتاد

او ہمہ نوراست از نورِ صفا
لیک کورش کرد سرہنگ قضا

خاک در چشمش زدو از راہ بُرد
در میانِ چغد و ویرانش سپُرد

بر سرِ چغدانش بر سر مے زنند
پر و بال نازنینش مے کنند

ولولہ افتاد در چغداں کہ ہا
باز آمد تا بگیرد جائے ما

چوں سگانِ کوئے پر خشم و مہیب
اندر افتادند در دلق غریب

باز گوید من چہ در خوردم بچغد
صد چنیں ویراں رہا کردم بچغد

من نہ خواہم بود ایں جا میروم
سوئے شاہنشاہ راجع میشوم

خویشتن بکشید اے چغداں کہ من
نے مقیم مے روم سوئے وطن

ایں خراب آباد در چشمِ شماست
ورنہ مارا ساعد شہ باز جاست

چغد گفتا باز حیلت مے کند
تا ز خان و ماں شمارا بر کند

مے نماید سیرے ایں حیلت پرست
واللہ از جملہ حریصاں بدترست

لاف از شہ میزند در دست شاہ
تا برد او ما سلیماں را ز راہ

خود چہ جنس شاہ باشد مرغکے
مشنوش گر عقل داری اندکے

اینت مالیخولیائے ناپذیر
اینت لاف خام و دام گولگیر

ہرکہ ایں باور کند زو ابلہ است
مرغک لاغر چہ در خورد شہ است

کمترین چغد از زند بر مغز او
گفت باز ار یک پر من بشکند
شاہ کند تودہ بہر شیب و فراز
پاسبان من عنایات وے است
بازم و حیراں شود در من ہما
اے خنک چغدے کہ در پرواز من
در من آویزید تا بازاں شوید

مرد را یاری گری از شاہ او
بیخ چغدستاں شہنشاہ برکند
صد ہزاراں خرمن از سرہای باز
ہر کجا کہ من روم شاہ در پے است
چغد کہ بود تا بداند سرِّ ما
فہم کرد از نیاک بختی راز من
گرچہ چغدانید شہبازاں شوید

(ملاحظہ ہو دفتر دوم صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۶)

ترجمہ:- باز اُلّوؤں کے ویرانہ میں جا پڑا۔ اور راستہ سے اُلّوؤں کے ویرانہ میں چلا گیا۔ وہ تو اللہ کا نور ہے۔ لیکن تقدیر کو ایسا ہی منظور تھا۔ اُلّو اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اس کے پر و بال نوچنے کو آمادہ ہوئے۔ اُلّوؤں میں شور پڑ گیا۔ کہ ہائے باز آ گیا ہے تاکہ ہماری جگہ چھین لے۔ جس طرح کُتے اپنی گلی میں غضب ناک ہو کر درویش کی گودڑی پھاڑتے ہیں۔

باز نے کہا کہ میں نے ان اُلّوؤں میں آ کر اُلّوؤں کے سینکڑے ویرانے اُلّوؤں سے خالی کر دئیے ہیں۔ میں اس جگہ نہیں رہوں گا۔ چلا جاؤں گا اور اپنے بادشاہ کی طرف رجوع کروں گا۔ اے اُلّوؤ! اپنے آپ کو مارو۔ میں مقیمی نہیں ہوں اپنے وطن کو جاؤں گا۔ یہ خراب آباد تمہاری آنکھوں میں مرغوب ہے۔ میرے لئے تو بادشاہ کا ہاتھ میری جگہ ہے۔

اُلّوؤں نے کہا کہ باز بہانہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ ہمارا خان ومان اوکھاڑ دیوے۔ اور یہ بہانہ باز سیر کا بہانہ کرتا ہے۔ قسم ہے کہ یہ تمام حریصوں سے زیادہ حریص ہے۔ بادشاہ کے ہاتھ پر اپنی جگہ بتانا اس کی گپ ہے۔ اور ہم کو اپنے سیدھے راستے سے اوکھاڑنا چاہتا ہے۔ یہ چھوٹا سا جانور بادشاہ کی جنس سے کیا ہوگا؟ اگر تھوڑی عقل بھی رکھتے ہو تو اس کی بات نہ سنو۔ اس کو مالیخولیا ہے۔ اور لاف اور فریب ہے۔ جو شخص اس کا یقین کرے وہ بہت بے وقوف ہے۔ یہ چھوٹا سا جانور بادشاہ کی جنس سے نہیں ہے۔ اگر چھوٹا سا اُلو چاہے تو اس کا مغز اڑا دیوے۔ اور پھر دیکھیں کہ اس کا بادشاہ اسکی کیا مدد کرتا ہے۔

باز نے کہا۔ کہ اگر ایک پر میرا توڑنے کا ارادہ کرو۔ تو میرا بادشاہ الوؤں کے ملک کی جڑ اوکھاڑ دیوے۔ اور میرا بادشاہ الوؤں کے ہزاروں خرمن کے تودہ کر دیوے گا۔ میرا محافظ ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے۔ جہاں میں جاؤں میرے ساتھ رہتا ہے۔ میں تو باز ہوں۔ جس کو دیکھکر ہما بھی حیران ہے۔ اُلو کی کیا حیثیت کہ میرا بھید جان سکے۔ افسوس۔ اُلوؤ! اگر نیک نیتی سے میرے پرواز پر غور کرتے تو میرا راز معلوم کر لیتے۔ آؤ میرے ساتھ لٹک جاؤ۔ تاکہ باز ہو جاؤ۔ اگرچہ اُلو ہو۔ مگر میرے ساتھ ہو جانے سے باز ہو جاؤ گے۔

مطلب

اس حکایت میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے علماء مخالفین کو اُلوؤں کے

نام سے نامزد کیا ہے اور مسیح موعود کو باز کے نام سے۔ یہ زمانہ جبکہ مسلمان اسلام کی اصل تعلیم سے دُور ہو چکے ہیں۔ جہالت کا زمانہ یعنی اُلوؤں کا ویرانہ ہے۔ اور قضاء الٰہی سے اس ویرانہ میں باز یعنی مسیح موعود کا آنا ہو گیا۔ اُلوؤں یعنی ان مولویوں نے جو روحانیت سے بالکل کورے تھے۔ شور ڈال دیا۔ کہ یہ ہمارا خان ومان یعنی ہم کو اپنے عقائد سے پھیرتا ہے۔ اور جس طرح گلی میں آئے ہوئے درویش کی گودڑی پھاڑنے کو کُتے عَوعَو کرتے ہیں۔ اسی طرح ان ملوانوں نے شور کر دیا۔ باز نے یعنی مسیح موعود نے کہا کہ یہ خراب آباد تمہیں مرغوب ہے۔ میں تو دنیا میں اس طرح آیا ہوں جس طرح کوئی شخص سیر کو جاتا ہے۔ اور پھر اپنے مسکن پر ہی آکر ٹھہرتا ہے۔ میں اس جگہ مقیم ہونے کو نہیں آیا۔ مجھے اپنے بادشاہ اللہ تعٰ کی طرف رجوعیت ہے۔ چنانچہ ان ملوانوں نے مسیح موعود کو مالیخولیا کا مریض اور کاذب کہا۔ اور لوگوں کو کہا۔ کہ اس کی تحریر اور تقریر ہرگز نہ دیکھو اور نہ سنو۔ کیونکہ یہ کافر ہے اور جو اس کی بات مان لے وہ بھی کافر۔ چنانچہ بہت سے مولویوں نے آپ کی اہانت کرنی چاہی۔ مگر آخر اُن کی اپنی اہانت ہوئی۔ باز کا یہ کہنا کہ میرا بادشاہ اُلوؤں کے خرمن کے تودے کر دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کی تکفیر کرنے سے زلزلہ آکر پہلے کانگڑہ تباہ ہُوا۔ اور پھر صوبہ بہار میں زلزلہ آکر جو نقصان ہُوا دنیا کو معلوم ہے۔ اور اب کوئٹہ کا تہ و بالا ہو جانا بھی خلقت نے دیکھ لیا۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ اگر تم میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ تو باخدا انسان بن جاؤ گے۔ مولویوں اور سجادہ نشین پیروں کے مرید مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرتے ہیں۔ پس یہی ان کا خان و مان ہے۔ جو باز نے چھین لیا ہے ؎

سعید الفطرت انسانوں کا شقی الفطرت انسانوں میں سے باوجود اُن کے روکنے کے نکل آنا

اور

مسئلہ معراج شریف

چنانچہ اس کے متعلق حضرت مولانا رومؒ بطخ کے ان بچوں کی مثال دے کر جن کو مرغی پرورش کرتی ہے احمدیوں اور علماء مخالفین کا ذکر دفتر دوم صفحہ ۱۸۴ پر فرماتے ہیں جو آگے درج ہے۔

قصہ بط بچگان کہ مُرغ خانگی می پرورد شاں

مادر تو بط آں دریا بدست	دایہ ات خاکی بد و خشکی پرست
میل دریا کہ ترا دل اندرست	آں طبیعت جانت را از مادرست
میل خشکی مر ترا چوں دایہ است	دایہ را بگذار کو بد رایہ است
دایہ را بگذار بر خشک و بر آں	اندر آور بحر معنی چوں بطاں

گر ترا دایہ بترساند ز آب — تو مترس و سوئے دریا راں شتاب
تو بطی بر خشک و بر تر زندہ — نے چوں مرغ خانہ خانہ کندہ
تو ز کرمنا بنی آدم شہی — ہم بدریا ہم بہ خشکی پا نہی
کہ حَمَلۡنٰاھُمۡ عَلَی الۡبَحۡرِ بجاں — از حَمَلۡنٰاھُمۡ عَلَی الۡبَرِّ پیش راں
مر ملائک را سوی بر راہ نیست — جنس حیواں ہم ز بحر آگاہ نیست
تو بتن حیواں بجانے از ملک — تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک
تا بظاہر مِثۡلُکُم باشد بشر — با دل یُوۡحٰی اِلَیَّ دیدہ ور
قالب خاکی فتادہ بر زمیں — روح او گرداں برآں چرخ بریں
ما ہمہ مُرغابیانیم اے غلام — بحر مے داند زبان ما تمام
پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر — در سلیماں تا ابد داریم سیر
با سلیماں پائے در دریا بنہ — تا چو داؤد آب سازد صد زرہ
آں سلیماں پیش جملہ حاضر است — لیک غفلت چشم بند و ساحر است
تا ز جہل و خوابناکی و فضول — او بہ پیش ما و ما ازوے ملول
تشنہ را درد سر آرد بانگ رعد — چوں نداند کو کشاید ابر سعد
چشم او ماندست در جوئے رواں — بے خبر از ذوق آب آسماں
مرکب ہمت سوئے افلاک ماند — از سبب لاجرم محجوب ماند
آنکہ بیند او مسبب را عیاں — کے نہد دل بر سبب ہائے جہاں
از مسبب یابد او در یک صباح — از نجات و از فلاح و از نجاح
آنچہ در صد سال مشت حیلہ مند — دہ یکے زاں گنج حاصل نادرند

ترجمہ :- بطخ کے بچوں کا قصہ کہ جن کو گھر کی مرغی پرورش کرتی ہے۔
حضرت مولانا روم رح پہلے شعر میں بطخ کے بچوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ
تمہاری ماں وہ ہے جس کا میلان طبع دریا کی طرف ہے۔ اور تمہاری
دائی کا میلان طبع خشکی سے ہے۔ اور تمہاری فطرت جو دریا کی طرف مائل ہے۔
یہ تمہاری مادری فطرت ہے۔ اور جس قدر خشکی کی طرف رغبت ہے وہ تمہاری
دایہ کی طرف سے ہے۔ اس دایہ کو چھوڑ دو۔ وہ گمراہ ہے۔

آگے اب انسان کو مخاطب کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

اس دایہ کو اس کے خشک علم پر چھوڑ دو۔ اور تم بطخ کی مانند معانی
کے سمندر میں آؤ۔ اگر تم کو تمہاری دایہ پانی سے ڈرائے تو تم نہ ڈرو۔
اور دریا کی طرف بھاگ کر آؤ۔ تو بطخ کی طرح ہے جس طرح تو خشکی پر
زندہ رہا ہے اسی طرح تری میں بھی زندہ رہے گا۔ تو مرغی کی طرح نہ ہو۔
جو ہر گھر میں بھیک مانگتی پھرتی ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ اس قصہ میں مولانا روم رح نے آخری زمانہ
کے علماء کو مرغی کے نام سے نامزد کیا ہے۔ کہ یہ علماء پیٹ کی خاطر ہر گھر
میں پھرتے ہیں۔ اور احمدیوں کو بطخ کے بچوں کی مانند یاد فرمایا ہے۔ کیونکہ
یہ احمدی لوگ جو سعید الفطرت انسان ہیں۔ ان مولویوں میں انہوں نے
نے پرورش پائی ہے۔ مگر باوجود ان مولویوں کے روکنے کے بوجہ
سعید الفطرت انسان ہونے کے حق کو قبول کر لیا۔ اور ان گمراہ کن
مولویوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

پھر اسی حکایت میں آگے سورۂ کہف کی طرف اشارہ کرکے اور اس سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل کی طرف اشارہ کرکے مسئلہ معراج کے متعلق روشنی ڈالتے ہیں۔ اور آگے فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلعم کا خاکی جسم زمین پر رہا۔ اور رُوح حضورؐ کی آسمانوں کی سیر کرتی تھی۔ اور پھر اسی معراج کے متعلق دوسرے موقعہ پر دفتر ششم صفحہ ۴۹۵ پر فرماتے ہیں ؎

آدمی برستہ از یک مشتِ گل ۔ برگذشت از چرخ و از کوکب بدل

یعنی آدمی ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ لیکن دل کے راستہ سے نہ کہ جسم سے آسمان اور ستاروں میں سے گذر گیا۔ پس یہ معراج کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کی تصدیق ہے۔

حکایت آں شخص کہ از ترس خویش را بخانہ افگند روئے زرد وتن لرزاں۔ خداوند خانہ پرسید چیست ترس۔ او گفت خر میگیرند۔ گفت تو خر نیستی۔ گفت تمیز برخاستہ است۔ (ملاحظہ ہو دفتر پنجم صفحہ ۴۵۱)

آں یکے در خانہ ناگاہ گریخت ۔ زرد روی ولب کبود و رنگ ریخت

صاحب خانہ بگفتش خیر ہست ۔ کہ ہمے لرزد ترا چوں پیر دست

واقعہ چونست چوں بگریختی ۔ رنگ رخسارہ بگو چوں ریختی

گفت بہر سخرہ شاہ مروں ۔ خر ہمے گیرند مردم از بروں

گفت میگیرند خر اے جان عم ۔ چوں نہ خر زو ترا زیں چیست غم

گفت بس جدند و گرم اندر گرفت ۔ گر خرم گیرند ہم نبود شگفت

بہر خرگیری برآوردند دست — جد جد تمیز ہم برخاستہ ست
چوں بے تمیز و ناداں سرورند — صاحب خر را بجائے خر برند
نیست شاہ شہر ما بے ہودہ گیر — ہست تمیزش سمیع است و بصیر
آدمی باش ز خرگیراں مترس — خر نۂ اے عیسیٰ دوراں مترس
چرخ چارم ہم ز نور تو پرست — حاشا للہ کہ مقامت آخرست
تو ز چرخ و اختراں ہم برتری — گرچہ بہر مصلحت در آخری
میر آخر دیگر و خر دیگر است — نے ہر آں کو اندر آخر شد خرست
میر آخر گرچہ در آخر بود — ہر کہ او را خر بگوید خر بود

ترجمہ :- ایک شخص اچانک ایک گھر میں داخل ہوا۔ جو زرد رُوی اور نیلگوں لب اور رنگ فق تھا۔ گھر کے مالک نے پوچھا کہ خیر ہے کہ تیرے ہاتھ پاؤں کانپ رہے ہیں۔ کیا واقعہ ہے۔ کس طرح بھاگا ہے تیرے چہرہ کا رنگ کیوں فق ہے؟ وہ بولا بادشاہ کے سپاہی بیگار میں گدھے پکڑتے ہیں۔ گھر والے نے کہا۔ اے عزیز تُو تو گدھا نہیں ہے تجھ کو اس سے کیا غم ہے؟ وہ بولا کہ وہ سب پکڑنے کی کوشش میں ہیں۔ کہیں مجھے بھی نہ پکڑ لیں۔ کیونکہ اب ان کی تمیز اُٹھ چکی ہے۔ بادشاہ کے سردار بے تمیز ہیں۔ وہ خر کی جگہ مالک خر کو پکڑ لیتے ہیں۔ ہمارے شہر کا بادشاہ بے ہودہ گیر نہیں ہے۔ اس کو تمیز ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ تو آدمی ہو اور خر پکڑنے والوں سے نہ ڈر۔ تو خر نہیں ہے۔ اے زمانہ کے عیسیٰ تو نہ ڈر۔ چوتھا آسمان تیرے نور سے پُر ہے۔ تیرا مقام

طویلہ نہیں ہے۔ چرخ و اختر سے تو افضل ہے۔ اگرچہ مصلحتاً تو گدھوں میں رہتا ہے۔ اصطبل کا سردار اَور ہے اور گدھا اَور ہے۔ ہر شخص جو اصطبل میں رہتا ہو گدھا نہیں ہے۔ اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہو۔ جو شخص اس کو گدھا کہے وہ خود گدھا ہے۔

مطلب

اس زمانہ کو گدھوں کا اصطبل یعنی جہالت اور بے دینی کا زمانہ کہا ہے۔ کہ اس اصطبل میں ایک گدھوں کا داروغہ یعنی بے دینی اور جہالت کو دور کرنے والا ہوگا۔ اور اس زمانہ میں بادشاہ کے سپاہی بیگار میں گدھوں کو پکڑیں گے۔ اور چونکہ بادشاہ کے سردار یعنی عمال حکومت بے تمیز ہوں گے۔ وہ اس داروغۂ اصطبل کو یعنی اس زمانۂ جہالت اور بے دینی کے بے دینوں کو دین سکھلانے والے کو بھی پکڑنے کی کوشش کریں گے۔ مگر چونکہ وہ بادشاہ حقیقی جو سمیع و بصیر ہے اور ان بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ وہ بے ہُودہ گیر نہیں ہے۔ کہ وہ اصطبل کے سردار یعنی دین سکھلانے والے پر کسی کو ہاتھ ڈالنے دیوے۔ اس میرِ آخر یا سردار اصطبل سے مراد مولانا روم رح کی مسیح موعود ہے۔ جیسا کہ آپ نے شعر میں عیسےٰ دوراں کے لفظ سے آگاہ فردیا ہے۔ اور خر پکڑنے والے سپاہی حکومت کے افسر ہیں۔ جو جماعت احمدیہ سے بدظنی رکھتے ہیں۔ اور گدھا کہنے والے مُلاں لوگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ عائد کیا۔ مولانا روم رح فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کافر نہیں۔ بلکہ کافر کہنے والے خود کافر ہیں ؂

سلسلہ مجدّدین اور امام آخر الزماںؑ

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ دفتر دوم کے صفحہ ۱۱۷/۱۱۸ پر زیر عنوان "ملامت کردن مردمان شخصے را کہ مادر را بہ تہمت بکشت" ایک حکایت تحریر فرما کر اُمتِ محمدیہ میں ہر صدی پر مجدّدین کا اور آخری زمانہ میں امام آخر الزمان کا مبعوث ہونا اور علماءِ زمانہ کا امام آخر الزمان کے نور کی تاب نہ لا کر مخالفت پر کھڑے ہو جانا بیان فرماتے ہیں ؎

آں کسے کش مثل خود پنداشتے ‌ ‌ زاں سبب یا او حسد برداشتے
چوں مقرّر شد بزرگیٔ رسول ‌ ‌ پس حسد ناید کسے را از قبول
پس بہر دورے ولئے قائم است ‌ ‌ تا قیامت آزمایش دائم است
ہر کرا خوئے نکو باشد برست ‌ ‌ ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست
پس امام حیّ قائم آں ولی ست ‌ ‌ خواہ از نسل عمر خواہ از علی ست
مہدی و ہادی ویست اے راہ جو ‌ ‌ ہم نہان و ہم نشستہ پیش رو
او چہ نور است و خرد جبریل او ‌ ‌ آں ولی کم از و قندیل او
واں کزیں قندیل کم مشکوٰۃ ماست ‌ ‌ نور را در مرتبت ترتیبہا ست
زانکہ ہفت صد پردہ دارد نور حق ‌ ‌ پردہ ہائے نور داں چندیں طبق
از پس ہر پردہ قومے را مقام ‌ ‌ صف صف اند ایں پردہ شاہاں تا امام
اہل صف آخریں از ضعف خویش ‌ ‌ چشم شاں طاقت ندارد نورِ پیش

واں صف پیش از ضعیفی بصر	تاب نار و روشنائی بیشتر
روشنی کو حیات اوّلست	رنج جان وفتنۂ ایں احولست
احولیہا اندک اندک کم شود	چوں ز ہفصد بگذرد او یم شود

ان اشعار میں مولانا رومؒ نے واضح کیا ہے۔ کہ ماموز من اللہ کو لوگ اپنے جیسا انسان جان کر اُس کے دعویٰ کی تکذیب کر کے اُس سے حسد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب بزرگی رسول کے لئے مقرر ہو چکی ہے۔ تو پھر کسی کا حسد قابل قبول نہیں۔ ہر دَور یعنی صدی میں ایک نہ ایک ولی یعنی مجدد قائم رہتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا نیک خصائل کے لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جو ضعیف القلب ہوں وہ ٹوٹے رہیں گے۔ پس وہ امام زندہ کرنے والا ہو گا۔ خواہ وہ حضرت عمرؓ کی اولاد سے ہو یا علیؓ کی اولاد سے۔ وہ خود ہدایت یافتہ ہوگا۔ اور راہِ ہدایت کے متلاشی کا وہ ہادی ہو گا۔ وہ اپنے کمالات باطنی کے لحاظ سے پوشیدہ بھی ہوگا۔ اور ظہور برکات کے لحاظ سے ظاہر بھی ہوگا۔ کہ گویا سامنے بیٹھا ہے۔ وہ ولی مثل نور کے ہے۔ اور اس کی عقل بمنزلہ جبریل کے ہے۔ اور وہ ولی جو اس سے کم رُتبہ کا ہے۔ وہ اُس کی قندیل ہے یہ ولی اعظم ایک نور ہے۔ اور جس طرح نور مختلف قندیلوں میں نمایاں ہو کر محل کو جگمگاتا ہے۔ اسی طرح اس مجدّدِ اعظم کا فیضان اُس کے خلفاء کے توسط سے مخلوق کی ہدایت کا باعث ہوتا ہے۔ اور وہ نورِ ہدایت سے منوّر ہونے والا وجود جو اس قندیل سے کم رتبہ ہے وہ ہمارا طاقچہ وجود ہے۔

(غرض) مرتبہ کے لحاظ سے نور کے بہت مدارج ہیں۔

اس لئے کہ حق تعالےٰ کے نور کے سات سو پردے ہیں۔ اور یہ اولیاء کے اختلاف مدارج کی مثال ہے۔ جس طرح پہلا پردہ اس طرح روشن ہوتا ہے کہ گویا خود نور مجسم ہوتا ہے۔ اور دوسرا پردہ اس سے کم۔ مگر باقی دوسرے پردوں سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ وَعَلیٰ ھٰذا

اسی طرح اولیاء کے مراتب اوپر نیچے ہیں۔ ہر پردہ کے پیچھے ایک قوم کا مقام ہے۔ اسی طرح یہ پردے اور اُن کے پیچھے کی جماعتیں صف بصف امام تک قائم ہیں۔ اور شعر مندرجہ ذیل کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں

احولیہا اندک کم شود ۔ چوں زہف صد بگذرد اویم شود

یعنی جب سات سو سال گذر جاویں گے۔ اس وقت وہ سمندر موجزن ہوگا۔ کیونکہ یَم کے معنے سمندر بھی ہیں۔ اور وہ جو امام آخر الزمان کا اپنے بھینگاپن کی وجہ سے انکار کرتے تھے۔ ان کا یہ بھینگاپن آہستہ آہستہ کم ہوجاوے گا۔ اور یہ سات سو سال کی میعاد ظہور امام آخر الزمان حضرت مولانا روم رح کے زمانہ سے ہے۔ اور مولانا روم رح کا زمانہ اس شعر مندرجہ ذیل سے جو دفتر دوم کے آغاز میں مولانا رح نے فرمایا ہے واضح ہوجاتا ہے ؎

مطلع تاریخ ایں سوداوسود
سال ہجرت شش صدوشصت و دو بود

جب مولانا روم رح دفتر اول ختم کر چکے۔ تو حسام الدین اُن کے رفیق کی بیوی فوت ہوگئی۔ اور چونکہ اُسی کی تحریک سے مثنوی کا لکھنا شروع ہوا تھا

کچھ عرصہ ملتوی رہا۔ اور پھر جب حسام الدین نے توجہ دلائی۔ تو پھر مولانا نے شروع کر دیا۔ اور یہ زمانہ سال ۶۶۲ھ ہجری تھا۔ اور سات سو سال گذرنے سے چودھویں صدی پائی جاتی۔ اور یہی صدی ظہور امام کی ہے۔

آخری صف یعنی امام آخر الزمان کے وقت کے لوگ اپنی کمزوری نظر یعنی عدم تدبّر کے باعث اس کے نور کے آگے طاقت نہیں رکھینگے اور وہ سب سے پچھلی صف والوں سے اگلی صف والے بھی اپنے ضعفِ بصر کے باعث اُس کے نور کی تاب نہیں لاسکیں گے۔ یعنی سب سے پہلی صف جبکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں ابو جہل وغیرہم کی جماعت نے اس اعلیٰ نور کی تاب نہ لاکر اپنی شقاوت کی وجہ سے انکار کر دیا تھا۔ اسی طرح اب امام آخر الزمان کے نور کے آگے جو اُسی اعلیٰ نور سے منتقل ہو کر آیا ہے۔ ایک جماعت اپنی کمزوری بصر کی وجہ سے تاب نہ لاسکے گی۔ نور کہ وہ زندگی کا پیش خیمہ ہے ان بھینگوں کے خیال میں رنج جان اور فتنہ ہے۔ ان کا یہ بھینگا پن آہستہ آہستہ کم ہوتا جائے گا۔ اور جب سات سو سال گذریں گے۔ تو یہ سمندر موجزن ہوگا۔ یعنی اُس امام آخر الزمان کا ظہور ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات اور احمدؐ ثانی کا وجود

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ دفتر ششم صفحہ ۵۰۹ پر زیر عنوان

"بمیر اے دوست پیش از مرگ اگر مے زندگی خواہی کہ ادریس ازچنیں مردن بہشتے گشت پیش ازما۔" فرماتے ہیں ؎

مصطفےٰ زیں گفت کای اسرار جو | مردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو
میرود چوں زندگاں بر خاکداں | مردہ و جانش شدہ بر آسماں
جانش را ایں دم ببالا مسکنیست | گر بمیرد روح او را نقل نیست
زانکہ پیش از مرگ او کردہ است نقل | ایں بمردن فہم آید نے بعقل

ترجمہ:۔ اس لئے مصطفےٰ نے فرمایا کہ اے راز جو۔ تو چاہتا ہے کہ مردہ کو زندہ دیکھے۔ زندہ جب مردہ ہو کر خاک میں سما جاتا ہے۔ اس کی روح آسمان پر چلی جاتی ہے۔ رُوح تو نقل مکانی کرتی ہے۔ اگر روح مر جائے۔ تو اس کی نقل نہیں ہو سکتی۔ اور یہ امر کہ اُس نے مرنے سے پہلے نقل کی۔ یہ امر عقل میں نہیں آتا۔ گویا یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے۔ یہ امر عقل میں نہیں آتا۔ کیونکہ روح آسمان پر جاتی ہے جسم نہیں جاتا۔ اس کے آگے فرماتے ہیں ؎

پس محمدؐ صد قیامت بود نقد - زانکہ حل شد از فنائش حل و عقد
زادہ ثانی ہست احمد در جہاں - صد قیامت بود او اندر عیاں

پس محمد صلعم نقد سو قیامت تھے۔ کہ ان کی وفات سے یہ عقدہ حل ہو گیا۔ کہ کوئی بھی انسان زندہ آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اور پھر دوسرا احمد جہان میں پیدا ہوا (اس جگہ ہست کا لفظ گو ماضی ہے۔ مگر اکثر مواقعات پر ماضی مستقبل کے معنے دیتا ہے) اور وہ بھی صد قیامت ظاہرا ہو گا۔

اس مضمون سے پایا جاتا ہے۔ کہ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ تو دوسرا کوئی کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ اسی امر کے متعلق اللہ تعالےٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ تجھ سے پہلے کوئی نبی زندہ نہیں رہا۔ اور چونکہ پہلے شعر میں لفظ محمدؐ اور دوسرے میں **احمد** آیا ہے۔ اور ساتھ اس کے لفظ زادہ ثانی ہے۔ اس سے مراد احمد ثانی یعنی مسیح موعود ہے ؎

حضرت خلیفہ ثانی کے متعلق پیشگوئی

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ دفتر ششم ص۱۵۵ پر زیر عنوان "قصۂ تعلق موش با چغز و بستن پائے خود بر پائے او و صید کردن زاغ ایشاں" فرماتے ہیں ؎

چوں شد آدم مظہر وحی و وداد
ناطقہ او علم الاسما رکشاد

نام ہر چیزے چنانکہ ہست آں
از صحیفہ دل روی گشتش زباں

فاش می گفتے زباں از رویتش
جملہ را خاصیت و ماہیتش

نوح نہ صد سال در راہ سوی
بود ہر روز یش تذکیر نوی

لعل او تازہ زیا قوت القلوب
نے رسالہ خواندنے قوت القلوب

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح
بلکہ ینبوع کشوف شرح روح

زاں می کاں می چو نوشیدہ شود | آب نطق از گنگ جوشیدہ شود
طفلِ نوزادہ شود حبر و فصیح | حکمت بالغ بخواند چوں مسیح

یعنی - جب حضرت آدمؑ وحی الٰہی سے مشرف ہوئے - تو تمام اشیاء کے نام اُن کی زبان پر آ گئے - ہر چیز کا نام کہ جس طور سے تھا - اُن کے دل کے صحیفہ سے زبان پر چڑھ گیا - اس کی رویت سے سب کی خاصیت اور ماہیت بیان کر دی - نو سو سال تک حضرت نوحؑ نے ہر روز نئے طریق پر وعظ فرمایا - نہ کوئی رسالہ یا کتاب دیکھی - ہر روز تازے جواہر ریزے بکھیرتے تھے - کسی شرح سے وعظ نہیں سیکھا تھا - رُوح میں سے چشمے نکلتے تھے - اس شراب سے جو شخص نوش کرے گا - تو اُس کی گونگی زبان گویائی کا جوش مارے گی - نیا پیدا ہُوا ہُوا لڑکا بڑا دانش مند اور فصیح ہو گا - اور حکمت کی بلیغ باتیں مسیح کی طرح بیان کرے گا -

ان اشعار میں مولانا رومؒ نے بطور پیشگوئی فرمایا ہے - کہ جس طرح آدم اور نوح علیہما السلام کو اللہ تعالےٰ نے سکھلا دیا تھا - اس شخص کو جس کی بابت کہا جاتا ہے - کہ وہ ابھی کم عمر لڑکا ہی اور ناتجربہ کار ہے - خلافت کے بوجھ کو اُٹھا نہیں سکے گا - اس کو اللہ تعالےٰ خود علم القاء کر دے گا - جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو سب نام بتا دئے تھے - اور جیسا کہ حضرت نوحؑ کو بغیر کسی کتاب پڑھنے اور کسی سے وعظ سیکھنے کے وعظ کرنا سکھا دیا تھا - اور وہ ہر روز نئی طرز پر وعظ کرتا تھا -

اسی طرح اللہ تعالےٰ اس کم عمر لڑکے کو سب علم سکھا دے گا۔ اور وہ لڑکا بڑا دانشمند اور فصیح ہوگا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی طرح حکمت کی بلیغ باتیں بیان کرے گا۔ یہ پیشگوئی حضرت امیرالمومنین مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صاحب خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر چسپاں ہوتی ہے۔ کہ سنہ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ تو مولوی محمد علی صاحب معہ اپنے رفقاء کے لاہور چلے گئے۔ اور تمام جماعت نے حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ تو مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء نے اپنے اخبار "پیغام صلح" میں بڑے زور سے لکھا کہ حضرت مرزا محمود احمدؓ صاحب لڑکا اور ناتجربہ کار ہے۔ خلافت نہیں کرسکے گا۔ قادیان میں اُلّو بولیں گے۔ اور بندر ناچیں گے۔ لیکن حضرت مولانا رومؒ نے بذریعہ کشف ان حالات کو دیکھ کر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صاحب کے حق میں بطور پیشگوئی تحریر کردیا تھا۔ کہ وہ لڑکا بڑا دانش مند اور فصیح ہوگا۔ اور اپنے باپ مسیح موعود کی طرح حکمت کی بلیغ باتیں بیان کرے گا۔ چنانچہ آپ کی جماعت جو ہمیشہ آپ کے خطبات اور کلام کو سنتی ہے۔ وہ جانتی ہے۔ کہ واقعی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ حسن و احسان میں مسیح موعودؑ کے نظیر ہیں۔ اور ہمیشہ نئے نئے معارف بیان فرماتے ہیں ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہندوستان میں مبعوث ہونا

اور

تمام انبیاء کے کمالات کا ظلّی طور پر ودیعت ہونا

اور

تمام مذاہب کے لئے ایک ہی موعود کا آنا

(دفتر دوم) جستن آں درخت کہ ہر کہ میوہ او خورد ہرگز نمیرد (صہ ۱۸۱)

گفت دانائے برائے داستاں — کہ درختے ہست در ہندوستاں
ہر کسے کز میوۂ خورد و برد — نے شود او پیر نے ہرگز بمرد
بادشاہے ایں شنید از صادقے — بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
قاصد دانا ز دیوانِ ادب — سوئے ہندوستاں رواں کرد از طلب
سالہا میگشت آں قاصد ازو — گرد ہندوستاں برائے جستجو
شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت — نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت
ہر کرا پرسید کردش ریشخند — کایں بجوید جز مگر مجنوں بند
بس کساں صفعش زدند اندر مزاح — بس کساں گفتند کای صاحب فلاح
جستجوئے چوں تو زیرک سینہ صاف — کے تہی باشد کجا باشد گزاف
ویں مراعاتش یکے صفعے دگر — ویں ز صفع آشکارا سخت تر

می ستودندش تسخر کای بزرگ
در فلاں جا بُد درختے بس سترگ

در فلاں بیشہ درختے ہست سبز
بس بلند و ہول و ہر شاخیش گبز

قاصد شہ بستہ در جستن کمر
مے شنید از ہر کسے نوعِ دگر

بس سیاحت کرد آنجا سالہا
مے فرستادش شہنشاہ مالہا

چوں بسے دید اندر آں غربت تعب
عاجز آمد آخر الامر از طلب

ہیچ از مقصود اثر پیدا نہ شد
زاں غرض غیر خبر پیدا نہ شد

رشتۂ امید او بگسستہ شد
جستۂ او عاقبت ناجستہ شد

کرد عزم بازگشتن پیش شاہ
اشک مے بارید مے برید راہ

شرح کردن شیخ سرِّ آں درخت را با آں طالب مقلد (دفتر دوم) (ص ۱۸۱)

بود شیخے عالمے قطبے کریم
اندر آں منزل کہ آیس شد ندیم

گفت من نومید پیش آورم
زاستانہ او براہ اندر شوم

تا دعائے او بود ہمراہ من
چونکہ نومیدم من از دلخواہ من

رفت پیشِ شیخ با چشمِ پر آب
اشک مے بارید مانندِ سحاب

گفت شیخا وقتِ رحم و رافت ست
ناامیدم وقتِ لطف ایں ساعت ست

گفت واگو گرچہ نومید نشست
چیست مطلوب تو رو با کیستت

گفت شاہنشاہ کردم اختیار
از برائے جستن یک ش

که درختے ہست نادر در جہات — میوهٔ او مایهٔ آب حیات

سالہا جستم ندیدم زو نشاں — جز کہ طنز و تسخر ایں سرخوشاں

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم — ایں درختے علم باشد اے علیم

بس بلند و بس شگرف و بس بسیط — آب حیوانی ز دریائے محیط

تو بصورت رفتۂ اے بے خبر — زاں زشاخ معنے بے بار و بر

تو بصورت رفتۂ گم گشتۂ — زاں نمے یابی کہ معنے ہشتۂ

گہ درختش نام شد گہ آفتاب — گاہ بحرش نام شد گاہے سحاب

آں یکے کش صد ہزار آثار خاست — کمتریں آثار او عمر بقاست

گرچہ فرد است او اثر دارد ہزار — آں یکے را نام باشد بے شمار

آں یکے شخص ترا باشد پدر — در حق شخص دگر باشد پسر

در حق دیگر بود قہر عدو — در حق آں دیگرے لطف نکو

در حق دیگر بود او عم و خال — در حق دیگر کسے وہم و خیال

صد ہزاراں نام و آں یک آدمی — صاحب ہر وصفش از وصفے عمی

ہر کہ جوید نام اگر صاحب ثقہ است — ہمچو تو نومید اندر تفرقہ ست

تو چہ بر چسپی بریں نام درخت — تا بمانی تلخ کام شور بخت

صورت ظاہر چہ جوئی اے جواں — رو معانی را طلب اے پہلواں

صورت و ہیئات بود چوں قشر پوست — معنی اندر وی چو مغز یار و دوست

گذر از نام و بنگر در صفات — تا صفاتت رہ نماید سوی ذات

شوی در ذات آسائی ز خود — چشم تو یکرنگ بیند نیک و بد

اختلاف خلق از نام او فتاد - چوں بمعنی رفت آرام او فتاد
اندر ایں معنے مثالے خوش شنو
تا نمانی تو اسامے را گرو

بیان منازعت کردن چہار کس جہت انگور باہمدگر بعلّت آنکہ زبان یک دیگر را نمی دانستند

(دفتر دوم ص ۱۸۲)

چار کس را داد مردے یک درم
ہر یکے از شہرے افتادہ بہم

فارسی و ترک و رومی و عرب
جملہ باہم در نزاع و در غضب

فارسی گفتا ازیں چوں وا رہیم
ہم بیا کایں را بانگورے دہیم

آں عرب گفتا معاذ اللہ لا
من عنب خواہم نہ انگور اے دغا

آں یکے کز ترک بد گفت اے گزم
من نمے خواہم عنب خواہم اوزم

آنکہ رومی بود گفت ایں قیل را
ترک کن خواہم من استافیل را

در تنازع مشت برہم مے زدند
کہ ز سرّ نامہا غافل بُدند

مشت برہم مے زند از ابلہی
پر بدند از جہل و از دانش تہی

صاحب سرّ عزیزے صد زباں
گر بُدے آنجا بداوے صلح شاں

پس بگفتے او کہ من زیں یک درم
آرزوے جملہ تاں را مے خرم

قول اِنْ مِنْ اُمَّۃٍ را یاد گیر - تا بہ اِلاَّ وَخَلاَ فِیھَا نَذِیْر
گفت خود خالی نبود است اُمّتے - از خلیفہ حق و صاحب ہمتے

ترجمہ

ایک دانا نے بطور داستان کہا۔ کہ ہندوستان میں ایک درخت ہے۔ جو شخص اُس کا میوہ کھائے وہ کبھی نہ بوڑھا ہو اور نہ مرے گا۔ بادشاہ نے ایک صادق سے سُنا۔ اور میوہ اور اس درخت پر عاشق ہو گیا۔ اپنی مجلس سے ایک قاصد کو میوہ لانے کے لئے ہندوستان روانہ کیا۔ وہ قاصد سالہا سال ہندوستان میں پھرتا رہا۔ شہروں میں۔ جزیروں میں۔ پہاڑوں پر۔ جنگلوں میں تلاش کیا۔ جس کسی سے اُس نے پوچھا اُس نے ٹھٹھا کیا۔ اور کہا کہ یہ پاگل ہے۔ اور بہت لوگوں نے بطور مزاح مختلف مقامات اور جنگلات کا پتہ دیا۔ مگر جو شخص سینہ صاف کر کے تلاش کرے۔ وہ محروم نہیں رہتا۔ غرضیکہ آخر وہ درخت دستیاب نہ ہُوا۔ اور قاصد نے نا امید ہو کر ارادہ واپسی کا کر لیا۔

آخر ایک بزرگ نے اس لکیر کے فقیر کو شرح کر کے بتایا۔ اور وہ قاصد اس بزرگ کے پاس جا کر ملتجی ہُوا۔ شیخ نے ہنس کر فرمایا۔ کہ یہ درخت علم ہے۔ جو بہت بلند۔ بہت وسیع اور زندگی کا پانی ہے۔ تو بے خبر ہے جو صورت پر جاتا ہے اور معانی سے بے خبر ہے۔ کبھی اس کا نام درخت ہے۔ کبھی سورج۔ کبھی سمندر اور کبھی بادل۔

وہ ایک ہے اور اس ایک سے لاکھوں نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ اکیلا ہے۔ اس کا اثر ہزاروں پر ہے۔ اور اس ایک کے نام بے شمار ہیں۔ وہ ایک شخص تیرا باپ ہوگا۔ اور کسی دوسرے کا پسر ہوگا۔ کسی کے حق میں قہر اور دشمن ہوگا۔ اور کسی کے لئے مہربان ہوگا۔ کسی دوسرے کے حق میں چچا اور خالو ہے۔ اور کسی دوسرے کے حق میں وہم اور خیال (دوسری طرح۔ مسیح موعودؑ احمدیوں کا باپ ہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہے) اس کے نام لاکھوں ہیں۔ مگر وہ صرف ایک آدمی ہے۔ وہ صاحب اوصاف ہے۔ اور تو اس کے وصف سے اندھا ہے۔ یقین کرنے والا تلاش کر لیتا ہے۔ اور تیرے جیسا ناامید تفرقہ میں رہتا ہے۔ جبتک تم درخت پر چسپاں کرتے رہوگے ناکام رہوگے اے جوان ظاہر صورت کی گیا تلاش کرتے ہو۔ جاؤ۔ اس کے معنی تلاش کرو۔ ظاہر اصورت تو چھلکا ہوتا ہے اندر اُس کے مغز ہوتا ہے۔ نام کو چھوڑ دو۔ اس کے صفات کو دیکھو۔ تاکہ اُس کے صفات تم کو ذات الٰہی کا راستہ دکھا دیں۔ اس کے نام سے خلقت میں اختلاف ہو گیا ہی۔ اگر معانی کو دیکھا جائے۔ تو پھر آرام کی صورت ہے۔ ان معانی کے متعلق ایک اچھی مثال سنو۔

ایک آدمی نے چار آدمیوں کو ایک روپیہ دیا۔ وہ چاروں مختلف شہروں سے آئے ہوئے تھے۔ ایک فارسی تھا۔ ایک تُرک تھا۔ ایک رومی اور ایک عرب تھا۔ وہ چاروں روپیہ لے کر جھگڑتے تھے۔

فارسی نے کہا۔ کہ اس کا انگور خریدیں گے۔ عرب نے کہا کہ انگور نہیں اس سے عنب خرید کریں گے۔ اور جو ترک تھا اُس نے کہا کہ میں عنب نہیں چاہتا۔ میں اوزم خرید کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ جو رومی تھا۔ اُس نے کہا کہ اس گفتگو کو چھوڑو۔ اس سے ہم استافیل خریدیں گے۔ اس جھگڑے میں ایک دوسرے کو ہُورا مُکہ سے مارتے تھے۔ کہ ان ناموں کے بھید سے واقف نہ تھے۔ بے وقوفی سے ہُورا مُکہ کرتے تھے۔ کیونکہ جہالت سے بھرے ہوئے تھے۔ اور عقل سے خالی تھے۔ اگر اس جگہ ساری زبانیں جاننے والا ہوتا۔ تو ان کی صلح کرا دیتا۔ پس وہ کہہ دیتا۔ کہ میں اس ایک ہی روپیہ سے تم سب کی خواہش پوری کر دیتا ہوں۔

قرآن کریم کی اس آیت کو یاد کرو۔ جہاں خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک قوم میں نبی بھیجا ہے۔ اور فرمایا کہ کوئی اُمت خدا تعالےٰ کے خلیفہ سے خالی نہیں ہے۔

مطلب

ان ہر سہ عنوانات کے مضامین سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے بذریعہ کشف یا الہام الٰہی سے خبر پا کر یہ پیشگوئی فرمائی ہے۔ کہ ہندوستان میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔۔۔۔

درخت کا لفظ لکھنے میں یہ ایک استعارہ ہے۔ کیونکہ درخت کے سایہ میں اکثر لوگ آرام پاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے نبی واقعی محبت میں

سمندر ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک فرد ہوتے ہیں۔ مگر ان کا اثر ہزاروں اور لاکھوں پر ہوتا ہے۔ مگر آخر میں فرمایا گیا ہے۔ کہ نام اس کے لاکھوں ہیں۔ مگر وہ آدمی ایک ہی ہے۔ اور صاحبِ اوصاف ہے۔ مگر جو طالب تقلید ہیں۔ اور تدبّر و تفکّر نہیں کرتے۔ ان کو کوئی وصف معلوم نہیں ہوتا۔

اور پھر فرماتے ہیں۔ کہ ان کے کثیر نام پر شک نہ کرتے رہو۔ بلکہ اس کے صفات کو دیکھو۔ اور پھر ایک اور مثال دے کر سمجھاتے ہیں۔ کہ ان ہر چہار کس کو مطلوب تو ایک ہی چیز انگور تھی۔ مگر بوجہ اختلاف زبانی کے وہ آپس میں جھگڑتے تھے۔ اور ایک دوسرے کی بات کو ردّ کرتے تھے۔ یہ بھی اس طرف اشارہ ہے۔ کہ مسیح موعود کل ادیان کا موعود ہوگا۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے لئے مہدی اور عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے مسیح اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہیں ؛

نام احمد نام جملہ انبیاست
چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست (دفتر اول ص۳۱)

اعتراض

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میں عین اللہ ہو گیا۔ اور نیا آسمان اور نئی زمین بنائی۔ دعویٰ خدائی ہے۔

جواب

یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے نہ کہ دعویٰ۔ اس کی آپ نے تاویل بھی خود ہی کردی ہے۔ کہ جس سے کوئی الزام وارد نہیں ہوسکتا۔ مگر مخالفین نے پھر بھی اعتراض کردئے۔ حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے بھی اکثر بزرگانِ دین نے محویت کے عالم میں ایسے کلمات کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کو بھی علماء زمانہ نے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

اب میں اس کے جواب میں چند امور پیش کرتا ہوں۔

ایک صوفی سے کسی نے پوچھا کہ کیسے گذرتی ہے۔ وہ بولے۔ کہ آسمان میری ہی مرضی پر حرکت کرتا ہے۔ ستارے میرے کہنے کے مطابق چلتے ہیں۔ زمین میرے ہی حکم سے دانے اُگاتی ہے۔ بادل میرے ہی اشارہ سے برستے ہیں۔ سائل نے تعجب سے پوچھا۔ کیونکر؟ فرمایا۔ میری کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کچھ وقوع میں آتا ہے۔ وہی میری خواہش ہے۔ اس لئے جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ میری خواہش کے مطابق ہوتا ہے۔

پس اس بناء پر فنا کی یہ حقیقت ہے۔ کہ سالک اپنی ہستی کو بالکل مٹا دیوے۔ اور ذات الٰہی میں فنا ہو جائے۔ یہی وہ مقام جس میں منصور نے اَنَا الْحَقّ اور حضرت بایزید بسطامیؒ نے سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ کہا تھا۔ اور اس حالت میں ایسا کہنا

محل الزام نہیں۔ ؎

روا باشد انا الحق از درختے + چرا نبود روا از نیک بختے

ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت پر جو روشنی دیکھی تھی۔ وہ خدا نہ تھی۔ لیکن اس سے آواز آئی۔ اَنَا رَبُّكَ۔ یعنے میں تیرا خدا ہوں۔ جب ایک درخت کو خدائی کا دعویٰ اس بناء پر جائز ہے۔ کہ وہ خدا کے نور سے منور ہو گیا تھا۔ تو انسان جو قدرت الٰہی کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ ایک خاص مقام پر پہنچکر کیوں یہ دعوے نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت مولانا روم ؒ نے اس مقام کو مختلف تشبیہوں سے سمجھایا ہے۔ عوام کا اعتقاد ہے کہ انسان پر جب کبھی کوئی جن مسلط ہو جاتا ہے۔ تو اُس وقت وہ جو کچھ کرتا ہے یا کہتا ہے۔ وہ اس جن کا قول و فعل ہوتا ہے۔ جب جن کے تسلط سے یہ حالت ہوتی ہے۔ تو نور الٰہی جس شخص پر چھا جائے۔ اس کی ایسی حالت کیوں نہ ہوگی چنانچہ مولانا روم ؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ؎

چوں پری غالب شود بر آدمی | گم شود از مرد وصف مردمی
ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود | زیں سرے نہ زاں سرے گفتہ بود
خوئے او رفتہ پری خو او شدہ | ترک بے الہام تازی گو شدہ

اس سے زیادہ صاف تشبیہ یہ ہے۔ کہ انسان شراب کی حالت میں جب کوئی بدمستی کی بات کہتا ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسوقت یہ شخص نہیں بولتا۔ بلکہ شراب بول رہی ہے۔

در سخن پرداز و از تو یا کہن — تو بگوئی بادہ گفت است این سخن
بادہ را مے بود این شر و شور — نورِ حق را نیست این فرہنگ و زور
گرچہ قرآں از لب پیغمبر است — ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
گفتگوئے عاشقاں در باب رب — جوشش عشق است نے ترکِ ادب
ہر کہ گرد از جام حق یک جرعہ نوش — نے ادب ماند و نے عقل و ہوش
ہاں وہاں ترک حسد کن با شہاں — ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں
بادم شیرے تو بازی مے کنی — با ملائک ترک و تازی مے کنی

میں نے اس رسالہ میں صرف حضرت مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ہی درج کئے ہیں۔ مگر اس موقعہ پر مجھے ایک بزرگ حضرت سیّد بُلھے شاہ صاحبؒ قصوری کا ایک شعر جو اسی امر کے متعلق ہے یاد آگیا ہے آپ فرماتے ہیں ؎

جو کوئی اندر بولے چلے ذات اساڈی ہوئی
جسدے نال میں نیوں لگایا او ہو جیسی ہوئی

اس شعر سے بھی آپکا ملہم ہونے اور مقام فنافی اللہ پر ہونے کا دعویٰ ہے ؛

بیرُونی دُنیا کی نجات بھی احمدؐ ہندی کے ذریعہ ہے

(دفتر اوّل)

قصہ بازرگان کہ بہندوستان بتجارت میرفت
پیغام دادن طوطی محبوس بطوطیان ہندوستان

(صفحہ ۴۹)

بود بازرگان اورا طوطیے — در قفس محبوس زیبا طوطیے
چونکہ بازرگان سفر را ساز کرد — سوئے ہندوستاں شدن آغاز کرد
ہر غلام و ہر کنیزک را زجود — گفت بہر تو چہ آرم گوی زود
ہر یکے از وے مراد خواست کرد — جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد
گفت طوطی را چہ خواہی ارمغاں — کارمت از خطۂ ہندوستاں
گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں — چوں بہ بینی کن ز حال من بیاں
کہ فلاں طوطی کہ مشتاق شماست — از قضائے آسماں در حبس ماست
برشما کرد او سلام و داد خواست — وز شما چارہ رہ وارشاد خواست
گفت می شاید کہ من در اشتیاق — جان وہم ایں جا بمیرم در فراق
ایں روا باشد کہ من در بند سخت — گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
ایں چنیں باشد وفائے دوستاں — من دریں حبس و شما در بوستاں
یاد آرید اے مہاں زیں مرغ زار — یک صبوحی درمیان مرغزار

ترجمہ:- ایک سوداگر نے ایک طوطا رکھا ہوا تھا۔ جس کو پنجرے میں بند رکھا کرتا تھا۔ اس سوداگر نے بغرض تجارت ہندوستان چلنے کی تیاری کی۔ اور سخاوت کی نیت سے اپنے غلامان اور لونڈیوں سے کہا۔ کہ بتلاؤ تمہارے واسطے ہندوستان سے کیا کیا چیزیں لاؤں۔ ہر ایک نے جو کچھ ان کی مراد تھی درخواست کی۔ اور سوداگر نے لانے کا وعدہ کیا۔ پھر اس طوطے سے پوچھا۔ کہ تو بھی بتلا کہ تیرے لئے ہندوستان سے کیا تحفہ لاؤں۔ اس طوطے نے کہا۔ کہ جہاں بہت سے

طوطے ہوں وہاں میرا حال بیان کرنا۔ کہ فلاں طوطا جو تمہارا مشتاق ہے وہ گردش فلک سے میرے پاس قید ہے۔ اُس نے تم کو سلام کہا ہے اور انصاف چاہا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ تمہارے فراق میں جان دیدے اور یہ تم جائز سمجھتے ہو کہ میں سخت قید میں ہوں۔ اور تم کبھی سبزہ پر اور کبھی درخت پر بیٹھتے ہو۔ دوستوں کی یہ وفاداری ہے۔ کہ میں قید میں رہوں اور تم باغوں میں آزاد پھرو۔

دیدن خواجہ در دشت طوطیان را و پیغام رسانیدن

مرد بازرگاں پذیرفت آں پیام
کو رساند سوئے جنس از وی سلام

چونکہ تا اقصای ہندوستاں رسید
در بیاباں طوطی چندے بدید

مرکب استانید و پس آواز داد
آں سلام و آں امانت باز داد

طوطئے از طوطیاں لرزید و پس
اوفتاد و مرد بگسستش نفس

شد پشیماں خواجہ از گفت خبر
گفت رفتم در ہلاک جانور

ایں مگر خویش ست باں طوطیک
ایں مگر دو جسم بود و روح یک

ترجمہ:۔ اس سوداگر نے اس اپنے طوطے کا پیغام قبول کر لیا۔ کہ طوطوں کو تمہارا سلام و پیام دیدوں گا۔ اور جب سوداگر ہندوستان میں پہنچا۔ اور جنگل میں طوطے موجود دیکھے۔ اپنی سواری ٹھہرالی۔ اور آواز دی اور اپنے طوطے کا سلام و پیام دیا۔ ان طوطوں میں سے ایک طوطا کانپ اُٹھا زمین پر گرا اور دم کشی کر کے اپنے آپ کو مردہ بنایا۔ خواجہ بہت پشیمان ہوا۔

کہ میرے اس پیغام سے ایک جانور ہلاک ہوگیا۔ اور اُس نے جانا کہ شاید یہ جانور میرے طوطے کے خویشوں میں سے ہے۔ اور اگرچہ ان کے جسم دو ہیں مگر روح ایک ہی ہے ؎

بازگفتن بازرگان با طوطی آنچہ در ہندوستان دیدہ

کرد بازرگان تجارت را تمام
باز آمد سوئے منزل شادکام

ہر غلامے را بیاداد ارمغاں
ہر کنیزک را بہ بخشید او نشاں

گفت طوطی ارمغانِ بندہ کو
آنچہ دیدی آنچہ گفتے باز گو

گفت نے من خود پشیمانم ازاں
دست خود خایاں و انگشتاں گزاں

ترجمہ:۔ جب سوداگر اپنی تجارت کا کام ختم کر کے اپنی مسکن پر واپس پہنچا۔ اور ہر ایک غلام کو اور ہر ایک لونڈی کو جو جو تحائف لایا تھا عطا کیا طوطی نے کہا کہ میرا تحفہ بتلاؤ۔ کیا دیکھا۔ اور جو کچھ وہاں سے کہا گیا بتلاؤ چنانچہ سوداگر نے اُس طوطے کا پھڑک کر گرنا اور مرنا بتلایا۔

چوں شنید آں مرغ کاں طوطی چہ کرد
ہم بلرزید و فتاد و گشت سرد

خواجہ چوں دیدش فتادہ ایں چنیں
بر جہید و زد کلہ را بر زمیں

چوں بدیں رنگ و بدیں حالش بدید
خواجہ برجست و گریباں را درید

ترجمہ:۔ جب سوداگر سے طوطے نے سُنا کہ اُس ہندوستان کے طوطے نے کیا کیا۔ تو وہ بھی پھڑک کر گرا اور سرد ہو گیا۔ جب خواجہ نے ایسا دیکھا تو بہت جزع فزع کی اور رویا۔

آخر سوداگر نے طوطے کو مردہ جانکر قفس سے نکالکر باہر پھینک دیا۔ تو طوطا اڑکر درخت پر جا بیٹھا۔ سوداگر حیران ہوا۔ اور کہا اے طوطے یہ کیا کیا۔ طوطے نے کہا کہ اُس ہندوستان کے طوطے نے مجھے حکمت سکھائی۔ اور اُس نے مجھے اس قید سے آزاد کرایا۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ ہے رمز مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی طرف۔ اور نیز اسی امر موتوا قبل ان تموتوا پر عامل ہوکر انسان دائمی اور اطمینان کی زندگی پاتا ہے۔ اور اس تمام حکایت سے پایا جاتا ہے۔ کہ تمام دنیا گناہوں کے گرداب میں ہوگی۔ اور گویا وہ مقید ہوگی۔ اور ہندوستان سے ایک شخص اُٹھے گا۔ اور وہ تمام لوگوں کی جو اسیر ہوں گے رُستگاری کا باعث ہوگا۔ چنانچہ ہندوستان سے قادیان کی بستی سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے حکم سے کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے تمام دنیا کو اپنی طرف بلایا۔ چنانچہ فرمایا ہے

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر + نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے + ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

غرضیکہ مثنوی کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ مختلف حکایات میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر مقامات پر ہندوستان کا ذکر درج فرمایا ہے۔ اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ امام آخر الزمان کا ظہور ہندوستان سے مقدر تھا۔ اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ الہام الٰہی معلوم کر کے

اپنی کتاب مثنوی میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے پہلی اقوام کے حالات اور خود نئی طرز کے قصہ جات بیان کرکے فہمائش کی ہے کہ امام آخرالزمان کی شناخت سے محروم نہ رہنا ؎

چنانچہ دفتر دوم میں ایک درخت مایہ حیات ثمردار کا ذکر کرکے کہ وہ ہندوستان میں ہوگا۔ اور اس کے معانی سمجھا کر آخر اس کا ایک آدمی صاحب اوصاف لاکھوں ناموں سے متصف ہونا بتلایا۔ اور پھر مزید وضاحت کرکے چار نوکروں کا جو ایک آقا کے پاس غلام ہیں۔ اور چاروں مختلف ممالک کے باشندگان اور ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے آپس میں لڑتے ہیں۔ اس میں بھی آپ نے امام آخرالزمان کو تمام مذاہب کا موعود ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہے۔ کہ آپ مسلمانوں کے لئے مہدی عیسائیوں کے لئے مسیح اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہیں ؎

(نوٹ) حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کا بہت بہت شکریہ ہے کہ آپ نے میرے ان مضامین کو ملاحظہ فرمایا۔ اور جہاں جہاں مناسب سمجھا۔ اصلاح کردی۔ اور تاجر کے طوطے کا قصہ اگرچہ میں نے بارہا پڑھا تھا۔ مگر میرا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا۔ اور آپ نے یاد دلایا ہے۔ چنانچہ اب اس کا اختصار درج کر دیا گیا ہے ؎ گلاب الدین

چنانچہ آج کل تمام اقوام اپنے اپنے مصلح کی انتظار کر رہی ہیں۔ اور سب کا یہ متفقہ خیال ہے۔ کہ یہی وہ زمانہ ہے جس کے متعلق خبر دی گئی ہے۔ مسلمان مسیح و مہدی کی انتظار میں ہیں عیسائی مذہب کے پیرو اپنے مسیح کی آمد ثانی کی امید میں ہیں۔ ہندو اپنے اوتار کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اسلام کے سوا سب کو یہ غلطی لگی ہے کہ بدقسمتی سے ہر ایک نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ ہمارا مذہب زندہ ہے۔ حالانکہ اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب مُردہ ہو چکے ہیں۔ اور اپنی زندگی کا وقت گذار چکے ہیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ بانیٔ اسلام کے بعد اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں کوئی ایسا شخص نہیں پیدا ہؤا۔ جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ اور خدا نے اُس کو اپنے الہام سے دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہو۔ اور اُس نے خدا کے تازہ نشانات دنیا کو دکھائے ہوں۔ اور دلائل کے ساتھ اپنا منجانب اللہ ہونا ثابت کر دیا ہو۔ اور جب یہ نہیں تو مذہب کی زندگی کیسی؟

غرض اب کوئی روحانی مصلح اسلام کے سوا کسی مذہب میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ مقدر تھا کہ تمام انبیاء کے بروز ایک ہی وجود میں اسلام کے اندر مبعوث کئے جاویں۔ اور وہی وجود تمام اُمتوں کی اصلاح کرے۔ پس آنے والا اگر مسلمانوں کے واسطے مہدی ہے تو عیسائیوں کے واسطے وہ مسیح ہے۔ اور ہندوؤں کیلئے کرشن ہے۔

اور دنیا کو بشارت دی جاتی ہے ۔ کہ

آنے والا آگیا ہے۔

اور وُہ

حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی کے وجود باجود میں ظاہر ہوا ہے ۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے ۔ اور جس کے کان ہوں ۔ سنے ۔ خدا تعالےٰ نے اپنا وعدہ پورا فر دیا ۔ اور نبیوں کی پیشگوئی پوری ہوگئی اب ماننا نہ ماننا لوگوں کا کام ہے ۔ مبارک ہے وہ جو وقت کو پہچانتا ہے ۔ اور اس مصلح کو قبول کر کے خدا کے انعامات کا وارث بنتا ہے ۔ جو اس نے ازل سے انبیاء کی فرمان بردار جماعتوں کے واسطے مقدر کر رکھے ہیں ۔ اور افسوس اُس پر جو مصلح کی انتظار میں تھا ۔ اور دن رات اُس کی راہ دیکھتا اور بارگاہ الٰہی میں اس کی آمد کے لئے دعائیں کرتا تھا ۔ مگر جب وہ آیا ۔ تو اُس نے انکار کر دیا ۔ اور خدا کے غضب کو اپنے سر پر لے لیا ۔ اگر دلائل چاہو ۔ تو ان کی بھی کمی نہیں ۔ مگر آنکھ دیکھنے والی چاہیئے ۔ کیونکہ سب سے زیادہ دلائل لانے والا محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھا ۔ مگر نہ دیکھنے والی آنکھ اُسے بھی نہ دیکھ سکی ۔ وہ نور کا ماہتاب اور ہدایت کا آفتاب ۔ مگر اکثر اس کے نور سے محروم رہے ۔

آخر میں مَیں دعا کرتا ہوں ۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے فضل سے

اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر چلائے - اور اپنے مامور کی ہدایت پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین ثم آمین -

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

آں خورد حلوا کہ روزیش ست باز
آں نہ کانگشتان او باشد دراز

(دفتر سوم ص۲۹۲)

وہ شخص حلوا کھائے گا - کہ جس کی روزی کھلی ہو - وہ نہیں کھائے گا - جس کی انگلیاں لمبی ہوں -

یعنی سعید الفطرت لوگ قبول کر کے مستفید ہوں گے - اور طعن کی انگلیاں دراز کرنے والے محروم رہیں گے ؏

خاکسار

گلاب الدین پنشنر ہیڈ کنسٹیبل پولیس

کلانور ۔ ضلع گورداسپور

۳ ۷/۳۸

قاضی نور محمد خوشنویس قادیان

بعالیخدمت حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب عالی

خاکسار نہایت ادب سے التماس کرتا ہے۔ کہ کتاب مثنوی مولانا روم رح سے چند ایک اقتباسات جو بخیال کمترین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چسپاں ہوتے ہیں درج کئے ہیں۔ جو ارسال خدمت اقدس ہیں۔ آپ ان اقتباسات کو کتاب کھول کر خود ملاحظہ فرمائیں اور جو اقتباس مطابقت کھاتا ہو۔ اس کی عبارت آرائی فرمائیں۔ اور جو آپ کے خیال میں چسپاں نہ ہوتا ہو۔ اس کو قلمزن کر دیں۔ اور ان تمام مضامین پر خوب غور سے نظر ڈالیں۔ اور میری تحریر پر حصر نہ رکھیں۔ کیونکہ میں ایک بے علم آدمی ہوں۔ ممکن ہے کہ بعض جگہ میں نے اپنی حُسنِ عقیدت سے کام لیا ہو۔ پھر جن امور کی آنجناب تصدیق فرمائیں گے۔ وہ طبع کرا دئے جائیں گے۔ والسلام

خاکسار گلاب دین از کلانور ۱۴ ۳/۸

مکرم ومحترم زادکم اللہ حسنۃً وبرکۃً۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خیریت مطلوب۔ آپ کے مضمون کو جو مثنوی مولانا روم کے مختلف حوالہ جات کی بناء پر مرتب کیا گیا ہے میں نے مطالعہ کیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپنے اچھی محنت کی ہے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی نسبت

پیشگوئیوں کا استخراج خاصی قابلیت اور قابل تحسین لیاقت خداداد سے مکمّل فرمایا ہے۔ مجھے قطعاً خیال نہ تھا۔ کہ آپ فارسی زبان اور حقائق کے استنباط میں ایسی مہارت اور دسترس رکھتے ہیں۔ لیکن آپ کے مضمون کو پڑھنے سے صاف طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مسیح پاک کی تصدیق میں آپ کا یہ مضمون لاریب فیوض قدسیہ اور برکات روحانیہ کے روح پرور اثرات سے ہی۔ مضمون پڑھنے کے بعد مجھے ہندوستان میں وارد ہونے والے تاجر کی حکایت بار بار یاد آئی۔ جس نے اپنے طوطی کا پیغام ہندوستان کے طوطیوں کو پہنچایا۔ اور ایک طوطی ان میں سے پھڑک کر زمین پر گر پڑا۔ جسے سمجھا گیا کہ مرگیا۔ لیکن درحقیقت یہ اس کے طوطی کی رہائی کے لئے درس حکمت تھا۔ کہ نجات کے لئے موتوا قبل ان تموتوا کے سوا اور کوئی صورت ممکن نہیں۔

اس حکایت سے بھی یہ استنباط ہوسکتا ہے۔ کہ بیرونی دنیا کی نجات آج ہندی طوطی کے نمونہ سے ہی وابستہ ہے۔ جو حضرت احمدؐ ہندی کی شکل میں ظاہر ہؤا۔ پھر اُس ایک سے ایک جھنڈ طوطیوں کا پیدا ہوگیا۔ تا وہ بصورت تبلیغ ساری دنیا میں پھیل کر دنیا کو نجات دلائے۔

آپ کے مضمون میں کسی کسی جگہ قدرے اصلاح بھی کردی ہے لیکن وہ بھی معمولی امور میں۔ ورنہ مضمون میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جو کسی بڑی غلطی پر محمول کی جائے ؛؛ والسلام

خاکسار غلام رسُول راجیکے ۱۸ ۸ ۳۸

گلاب دین پبلشر نے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر چھپوا کر کلانور اگری سے شائع

چیرتم آید چو بینم بذلِ شاں در کارِ نفس	کایں ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست
ہے تعجب خرچ کر دیں نفس کی خاطر ہزار	ایک درہم بھی نہ خیراتِ رہِ دادار ہے
اے کہ داری مقدرت ہم عزم تائیدات دیں	لطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست
مقدرت والو اگر ہے عزم تائیداتِ دیں	شوق سے لاؤ جو کچھ بھی اندک و بسیار ہے.
بیں کہ چوں در خاک می غلطد ز جورِ ناکساں	آنکہ مثل او بزیرِ گنبدِ دوار نیست
خاک میں مل جائے وہ دیں ناکسوں کے ظلم سے	مثل جس دیں کا نہ زیرِ گنبدِ دوار ہے
اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں	جز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست
کیا کریں ہم بیکس اس وقتِ مصیبت میں علاج	پر دعائے بامداد اور گریہ اسحار ہے
اے خدا ہرگز مکن شاد آن دلِ تاریک را	آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست
اس دلِ تاریک کو روشن نہ کر لو اے خدا	جو نہ رکھتا فکرِ دینِ احمدِ مختار ہے
اے برادر پنج روز ایام عشرت ہا بود	دائما عیش و بہار و گلشن و گلزار نیست
اے برادر پنج روزہ زندگی ہے بھول مت	عیش دنیا یہ نہ دائم گلشن و گلزار ہے

سلسلۂ مجددین امت

(از کتاب حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپال)

پہلی صدی ہجری میں۔ حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔ **دوسری صدی** حضرت امام شافعی و احمد حنبل رح **تیسری صدی** حضرت ابو شرح و ابو الحسن اشعری رح۔ **چوتھی صدی**۔ حضرت ابو عبید اللہ نیشاپوری و قاضی ابو بکر باقلانی رح **پانچویں صدی**۔ حضرت امام غزالی رح۔ **چھٹی صدی** حضرت سید عبد القادر جیلانی رح۔ **ساتویں صدی**۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح۔ **آٹھویں صدی** حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی و حضرت صالح بن عمر رح۔ **نویں صدی** حضرت سید محمد جونپوری رح۔ **دسویں صدی** حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ **گیارھویں صدی**۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رح **بارھویں صدی**۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح۔ **تیرھویں صدی** حضرت احمد بریلوی رح۔ اور اب **چودھویں صدی** میں **حضرت خاتم الخلفاء میرزا غلام احمد علیہ السلام**

55119

احمدی جوش و خروش

دعائیں ہوئیں کارگر دیکھ لینا
زمانہ کو زیر اثر دیکھ لینا

ہمیں ہیں جو رب العلاء کی مدد سے
جھکا دیں گے دنیا کا سر دیکھ لینا

جلائیں گے مردوں کو اذنِ خدا سے
دمِ عیسوی کا اثر دیکھ لینا

جو لنڈن میں خورشید اسلام چمکا
فروغ اس کا اہلِ نظر دیکھ لینا

ہوئے سینکڑوں لنڈنی احمدی ہیں
وہاں جا کے احمدؐ نگر دیکھ لینا

گلِ آرزو اب چمن میں کھلیں گے
چلیگی نسیمِ ظفر دیکھ لینا

مٹائیگی تثلیث کا نقش باطل
یہ توحید کا تم اثر دیکھ لینا

ہمیں حق کو دنیا میں پھیلائینگے اب
کچل دینگے باطل کا سر دیکھ لینا

جو اسلام کو چاہتا ہے مٹانا
مٹے گا وہی خیرہ سر دیکھ لینا

جہاں رات ہے کفر کی سنسناتی
وہاں دین کی اب سحر دیکھ لینا

گئے ہیں جو لنڈن میں داعی ہمارے
ابد تک انہیں نامور دیکھ لینا

جسے لوگ کہتے تھے ہے سمِ قاتل
اسی میں حیاتِ بشر دیکھ لینا

جو لبستان احمدؐ میں ہوں گے فروکش
وہ کھائیں گے شیریں ثمر دیکھ لینا

جہاں جس کے سایہ میں آرام لیگا
یہی ہے وہ مثمر شجر دیکھ لینا

مٹے گا وہ فتنہ جو برپا ہوا ہے
رہے گا نہ یہ شور و شر دیکھ لینا

بشر ہیں مگر خیر امت لقب ہے
بجھا دینگے ہم نارِ شر دیکھ لینا

وہ دجال اکبر کا حصنِ طلسمی
جڑوں سے گرا خاک پر دیکھ لینا

کوئی وار اسلام پر گر کرے گا
ہمیں ہوں گے سینہ سپر دیکھ لینا

دکھائینگے سیف قلم کی روانی
اوتاریں گے ہم اس کا سر دیکھ لینا